تم بہترامت ہو

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (آل عمران:۱۱۰)

مسلمانو! تم تمام امتوں میں بہترامت ہو جو عالم انسانیت کے ارشادو اصلاح کے لیے ظہور میں آئی۔ تم نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے روکنے والے اور اللہ پر سچا ایمان رکھنے والے ہو۔

ان تین چھوٹے چھوٹے جملوں میں سب کچھ فرمادیا گیا، جو کسی انسانی گروہ کی مدح وستائش میں کہا جاسکتا تھا۔ اللہ پر ایمان، معروف کا حکم اور منکر کی روک تھام کے بعد کون سی چیز باقی رہ گئی، خواہ اس کا دائرہ کوئی ہو؟

پھر عربوں کی حالت ظہور اسلام سے پیشتر کیا تھی؟ جنگل کے وحشیوں اور درندوں کی سی زندگی بسر کررہے تھے تمام قبیلوں اور گروہوں کے چلن وحشیانہ تھے۔ لوٹ مار کے سوا ان کا کوئی پیشہ نہ تھا۔ ان کی زندگیاں فتنہ وفساد میں کٹتی تھیں۔ دو شخصوں میں معمولی سی بات پر جھگڑا ہو جاتا تو قبیلوں کے قبیلے اس آگ میں کود پڑتے تھے۔ خواجہ حالی مرحوم کے قول کے مطابق

کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا   کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا
لبِ جُو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا   کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا
یوں ہی روز ہوتی تھی تکرار ان میں
یوں ہی چلتی رہتی تھی تلوار ان میں

قرآن مجید ہی گواہ ہے کہ اس قوم کو جو شیوہ ہائے انسانیت کے اعتبار سے شاید روئے زمین کی پست ترین قوم تھی، بلند ترین مسند پر لا بٹھایا اور امامت روئے زمین کا منصب سونپ دیا۔

(رسول رحمت، امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ ص۸۰ ۷)

درس حدیث

شکر کی اہمیت و فضیلت

محمد اظہر مدنی

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أخذ بيده ، وقال : "يامعاذ، والله انى لأحبك ،والله انى لأحبك"فقال: أوصيك يامعاذ لاتدعن فى دبر كل صلاة تقول :اللهم اعنى على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك ۔ (رواہ أبوداوٗد-۱۵۲۲،صححہ الألبانی فی صحیح أبی داوٗد-۱۰۲۲)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ارشاد فرمایا: اے معاذ! اللہ کی قسم! میں تم سے محبت کرتا ہوں، اللہ کی قسم! میں تم سے محبت کرتا ہوں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے معاذ! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم کسی بھی نماز کے بعد (یہ دعا پڑھنا) نہ چھوڑنا "اللهم أعنى على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك" اے اللہ میری مدد فرما اپنے ذکر اور شکر اور بہترین عبادت پر۔

تشریح: اللہ رب العزت والجلال کے عطا کردہ انعامات واحسانات کا دل کی گہرائی اور زبان نیز اعضاء وجوارح سے اعتراف کا نام شکر ہے۔ شکر گزاری بہت بڑی نعمت ہے اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بننا اپنے آپ میں ایک بہت بڑی بات ہے۔ اللہ جل شانہ نے اپنے شکر گزار بندوں کے لئے بہت ساری بشارتیں سنائی ہیں۔ اور ان کو اس شکر گزاری پر بہترین بدلہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اشرف المخلوقات بنایا اور تمام مخلوقات پر فوقیت عطاء فرمائی۔ بہترین ڈھانچے میں پیدا فرمایا: "لقد خلقنا الانسان فى احسن تقويم" اور بے شمار انعامات واحسانات سے نوازا، دنیا میں عیش وعشرت کے تمام سامان مہیا فرمایا، اعضاء وجوارح، آنکھ، ناک، کان، منھ، ہاتھ پیر بنائے اور آخرت میں جنت کی بشارت سنائی۔ ان تمام نعمتوں پر بنو آدم کو اسکا شکریہ ادا کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ اس شکر گزاری وفرمابرداری کے بدلے اسے مزید نعمتوں سے نوازتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے شکر گزار تھے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی عبادتوں کے بے پناہ اہتمام کو دیکھ کر سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف ہیں پھر اتنی محنت کیوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: افلا اكون عبدا شكورا ، کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے تھے، رب اجعلنى لك شكارا لك ذكارا، اے میرے پروردگار! مجھے اپنا نہایت ہی شکر گزار اور ذکر کرنے والا بندہ بنا۔

شکر گزاری کی قرآن کریم میں بڑی تاکید آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: واذ تأذن ربكم لئن شكرتم لأزيدنكم ولئن كفرتم ان عذابى لشديد (سورہ ابراہیم:۷) اور جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کردیا کہ اگر تم شکر گزاری کروگے تو بیشک میں تمہیں زیادہ دونگا اور اگر تم ناشکری کروگے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔ ناشکری کرنا کفران نعمت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں ہے، بلکہ ناشکروں کے لئے سخت وعید سنائی ہے، جبکہ شکر گزاری سے انسانوں کا ہی فائدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: فاذكرونى اذكركم واشكروالى ولاتكفرون (سورۃ البقرۃ:۱۵۲) اس لئے تم میرا ذکر کرو، میں بھی تمہیں یاد کروں گا، میری شکر گزاری کرو اور ناشکری سے بچو۔ شکر کرنے پر اللہ تعالیٰ کی مزید عنایتوں کی نوید اور ناشکری پر وعید شدید ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لئن شكرتم لأزيدنكم ولئن كفرتم ان عذابى لشديد (سورۃ ابراہیم:۷) اسی طرح سے اللہ تعالیٰ مختلف مقامات پر اپنے انعامات واحسانات کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرماتا ہے" لعلكم تشكرون" تاکہ تم شکر گزاری کرو۔ اس کے علاوہ کتنی ساری ایسی آیتیں ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے خورد ونوش کی اشیاء کا نام لیکر کہا کہ اس پر میرا شکر بجالاؤ" فكلوا مما رزقكم الله حلالا طيبا واشكروا نعمت الله ان كنتم اياه تعبدون (سورۃ النحل:۱۱۴) جو کچھ حلال اور پاکیزہ روزی اللہ نے تمہیں دے رکھی ہے اسے کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

اس آیت مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ طیب چیزوں کو چھوڑ کر خبیث چیزوں کا استعمال اسی طرح حلال چھوڑ کر حرام کا استعمال کرنا یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطاء کی ہوئی نعمتوں کی ناشکری میں شامل ہے۔

پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ نے مومن کی صفات بیان کرتے ہوئے بڑی قیمتی بات بتائی ہے۔ مؤمن ہمیشہ فائدہ میں ہوتا ہے اور یہی شکر کا سب سے بڑا فائدہ ہے۔ مسند احمد کی روایت ہے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اچانک ہنسنے لگے اور فرمایا: ألا تسألونى مم أضحك ؟ تم لوگوں کو پتہ ہے کہ میں کیوں ہنس رہا ہوں؟ صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کا معاملہ بڑا عجیب ہے، اسکا ہر کام اس کے لئے خیر کا باعث ہے۔ اگر اسے کوئی چیز نصیب ہو جسے وہ پسند کرتا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہے (اور بعض روایت میں ہے شکریہ ادا کرتا ہے) اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچانے والی چیز پہنچتی ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اس طرح اسکا صبر کرنا اس کے لئے باعث خیر بن جاتا ہے۔ اور یہ خوش نصیبی سوائے مومن کے کسی اور کو نصیب نہیں ہوتی ہے۔ مذکورہ تمام نصوص سے شکر کی اہمیت وفضیلت اظہر من الشمس ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ الٰہی اپنا شاکر وصابر بندہ بنائے اور حشر نشر بھی انہی کے ساتھ فرمائے۔ آمین

☆☆

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
عبدالقدوس اطہر نقوی
نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی   مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی   مولانا شہاب الدین مدنی   ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی   مولانا طہ سعید خالد مدنی   مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث ۲
اداریہ ۳
قیام امن کے لئے قومی یکجہتی کی ضرورت اور اہل حدیثوں کی مساعی ۶
خوش نصیبی اطاعت الٰہی پر موقوف ۱۱
طالبان علوم نبویہ سے متعلق - ایک نورانی وصیت ۱۴
موت اور میت سے متعلق اہم احکام ومسائل ۱۷
اسلام اور مزدور ۲۱
آہ! اسرائیل اب ہم آپ کو ڈھونڈھیں کہاں؟ (نظم) ۲۶
مولانا محمد اسرائیل سلفی ندوی - حیات وخدمات ۲۷
طب وصحت ۳۰
جماعتی خبریں ۳۱
ایک اعلیٰ سطحی وفد متعدد صوبوں کے دورے پر ۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک
سالانہ ــــــــــــ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ــــــــــــ ۷/روپے
پاکستان ــــــــــــ ۵۰۰/روپے
بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

خزانے میں کمی نہیں شکرانے میں کمی ہے

اللہ رب العزت والجلال ساری کائنات کا خالق و مالک اور رازق و پالنہار ہے اور اسی کے ہاتھ میں زمین، آسمان کی ملکوت و بادشاہت ہے۔ وہ مختار کل اور فعال لما یرید ہے۔ اس کی مشیت واختیار میں ہے کہ جس کو جو چاہے نوازے اور جس سے چاہے نعمتیں چھین لے۔ یہ سب اس کا عدل وانصاف اس کی حکمتِ بالغہ اور مخلوق الٰہی کی مصلحت کا عین تقاضہ ہوگا۔ اس سب کے باوجود ذرا غور کرو کہ وہ اللہ جس کے خزانے میں حقیقت میں کوئی کمی نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے اس کے باوجود وہ ہر چیز ایک خاص مقدار میں دیتا ہے، عطا کرتا ہے اور پیدا کرتا ہے، اور آپ ہیں کہ آپ کے پاس کچھ نہیں ہے۔ ہر معاملے میں دوسروں کا آسرا ہے، کبھی آسمانی بارش کا آسرا اور کبھی زیر زمین کے محدود خزانے کا آسرا، اور وہ بھی اگر پاتال اور انتہائی گہرائی میں جانے لگیں تو آپ کے مال وکدال فیل ہوجائیں گے اور مشین وہاں تک پہنچنے سے قاصر ہوجائے گی یا سوتے ہی زیر زمین خشک ہوجائیں گے پھر آپ ان چشموں، سمندروں، دریاؤں، آسمانوں، زمینوں کے پانی اور دوسری نعمتوں کو کیسے حاصل کرسکیں گے۔ پھر کون ہے جو آپ کو پانی، دانا اور آب وہوا عطا فرمائے گا۔ ”قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ “ (الملک:۳۰) ”آپ کہہ دیجئے کہ اچھا یہ تو بتاؤ کہ اگر تمہارے پینے کا پانی زمین میں اتر جائے تو کون ہے جو تمہارے لیے نتھرا ہوا پانی لائے؟“۔ اس لیے ان چیزوں کی قدر کیجئے اور اس کے دینے والے کو خوش رکھیے اور اس کا گن گایئے۔ غافل اور گنہگار اور مالک ومختار بننے کی کوشش مت کیجئے ورنہ یہ نعمتیں ختم ہوجائیں گی اور کوششوں کے باوجود اسے حاصل نہیں کر پائیں گے۔ ”اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا“ (الکہف:۴۱) ”یا اس کا پانی نیچے اتر جائے اور تیرے بس میں نہ رہے کہ تو اسے ڈھونڈ لائے“۔

گویا کہ آپ قدرے قلیل کے بھی اصلا مالک ومختار نہیں ہیں اور جو عارضی قدرت وملکیت پر اترا رہے ہیں وہ بھی قلیل وحقیر مقدار میں ہی ہے۔ پھر بھی اتنے غافل، سست، بے پرواہ، بیجا تصرف اور اسراف کے خوگر ہیں کہ اس کی پرواہ ہی نہیں کہ جب یہ ایک طے شدہ مقدار میں دیا ہوا عطیہ الٰہی ختم ہوجائے گا۔

جب ادنیٰ والدین، گارجین اور سرپرست جن کے پاس اللہ تعالیٰ کے فضل سے حسب مقدور کھانا، پینا، روپیہ، پیسہ، زمین جائیداد، کھیت کھلیان سب کچھ ہوتا ہے ان کے پاس عموما کسی چیز کی کمی نہیں ہوتی لیکن ان تمام تر سامانِ زیست وعیش کی فراوانی کے باوجود وہ اپنی اولاد اور زیر سرپرستی بچوں کو بیک وقت یہ ساری چیزیں فراہم نہیں کردیتے ہیں بلکہ ان کی استعداد وصلاحیت کا اندازہ کرکے یہ چیزیں ان کو عطا کی جاتی ہیں۔ اس لیے کہ حکمت ودانائی اور مصلحت نیز بچوں کی تربیت اور ہمہ جہت نشو ونما کے پیش نظر ایسا کرنا ضروری ہوتا ہے تاکہ بچوں کے اندر اعتدال ومیانہ روی پیدا

ہو۔ وہ غلط سنگت وصحبت میں پڑ کر بگڑیل نوجوان نہ بن جائیں اور اپنی دولت کو بلا سوچے سمجھے بے دریغ خرچ کر کے تباہ حال اور مسکین ومحتاج نہ ہوجائیں۔ یہی وجہ ہے کہ مالداریتیم کے بارے میں شریعت کا حکم ہے کہ جب وہ سن رشد کو پہنچ جائیں اور تم آزما کر دیکھ لو کہ وہ اچھے برے کی تمیزاب کرنے لگے ہیں اور وہ اپنی دولت کو برباد نہیں کریں گے تو ان کا مال ان کے حوالے کردو۔ ’’وَابۡتَلُوا الۡيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنۡ اٰنَسۡتُمۡ مِّنۡهُمۡ رُشۡدًا فَادۡفَعُوۡۤا اِلَيۡهِمۡ اَمۡوَالَهُمۡ ۔(النساء:٦) ’’اور یتیموں کو ان کے بالغ ہوجانے تک سدھارتے اور آزماتے رہو پھر اگر ان میں تم ہوشیاری اور حسن تدبیر پاؤ تو انہیں ان کے مال سونپ دو‘‘۔

تو پھر اللہ احکم الحاکمین جو قادر مطلق، علیم وخبیر اور مدبر وکارساز ہے، جس کے خزانے ہر طرح سے معمور ہیں۔ جس میں کسی بھی طرح کی کمی نہیں ہے۔ اور جو ہر طرح کی مثال سے اعلیٰ وبالا ہے وہ کائنات اور مخلوقات کی مصلحت اور مفاد میں اور زیادہ پائیدار اور مستحکم تدبیر کرسکتا بلکہ کرتا ہے۔ کیوں کہ دنیا جہاں میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ کا ہی ہے۔ اس نے سب کو بنایا ہے اور سب کچھ اس کے قبضہ اور اختیار میں ہے۔ ہر جگہ اسی کی بادشاہت قائم ہے۔

’’ وَلِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا، يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ، وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡر ‘‘(المائدۃ:١٧) ’’آسمان وزمین اور دونوں کے درمیان کا کل ملک اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے‘‘۔

تَبٰرَكَ الَّذِىۡ بِيَدِهِ الۡمُلۡكُ،وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡر (الملک:١) ’’بہت بابرکت ہے وہ (اللہ) جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے اور جو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے‘‘۔ لَهٗ مَقَالِيۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ، وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ (الزمر: ٦٣) ’’آسمانوں اور زمین کی کنجیوں کا مالک وہی ہے، جن جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا وہی خسارہ پانے والے ہیں‘‘۔

اللہ رب العزت کو صرف ظاہری طاقت وقوت، کبریائی، بادشاہت حاصل نہیں ہے بلکہ غیبی طاقت وقوت بھی اُسی کے لائق اور سزاوار ہے۔ اس میں بھی کوئی اس کا ہمسر وہمتا نہیں ہے۔

وَعِنۡدَهٗ مَفَاتِحُ الۡغَيۡبِ لَا يَعۡلَمُهَآ اِلَّا هُوَ، وَيَعۡلَمُ مَا فِى الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ، وَمَا تَسۡقُطُ مِنۡ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعۡلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىۡ ظُلُمٰتِ الۡاَرۡضِ وَلَا رَطۡبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡن (الانعام:٥٩) ’’اور اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں غیب (خزانے) کی کنجیاں ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ کے۔ اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریاؤں میں ہیں۔ اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہے۔‘‘

اس کی طاقت وقوت اور اپنی مملکت وملکیت میں تصرف واختیار کا عالم یہ ہے کہ لفظ کن کہنے کی دیر ہوتی ہے اور وہ چیز فوراً سے قبل ہوجاتی ہے۔

بَدِيۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ،وَاِذَا قَضٰٓى اَمۡرًا فَاِنَّمَا يَقُوۡلُ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ (البقرۃ:١١٧) ’’وہ زمین وہ آسمان کا ابتداءً پیدا کرنے والا ہے، وہ جس کام کو کرنا چاہے کہہ دیتا ہے کہ ہوجا، بس وہ وہیں ہوجاتا ہے‘‘۔

’’ اِنَّمَآ اَمۡرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيۡـئًا اَنۡ يَّقُوۡلَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ.فَسُبۡحٰنَ الَّذِىۡ بِيَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَىۡءٍ وَّاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ‘‘ (یٰسین:٨٢-٨٣) ’’اور جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے اتنا فرما دینا کافی ہے کہ ہوجا، وہ اسی وقت ہوجاتی ہے، پس اللہ پاک ہے، وہ اللہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور جس کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے‘‘۔

لیکن اس سب کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش سے ’’اِنَّا كُلَّ شَىۡءٍ خَلَقۡنٰهُ بِقَدَرٍ ‘‘(القمر:٤٩) بیشک ہم نے ہر چیز کو ایک مقررہ اندازے پر پیدا کیا ہے‘‘ کا نظام قائم کر رکھا ہے تاکہ قدرتی وسائل برباد نہ ہوں اور اللہ کی مخلوقات حیوانات ونباتات ان سے تادیر مستفید ہوتی رہیں۔ پانی، ہوا، دھوپ، فضا، پہاڑ، درخت اور ان جیسی اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں جن کا احصاء وشمار انسان کے بس سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کو ایک اندازے اور مقدار کے مطابق ہی اپنے بندوں کو عطا کیا ہے۔ اور ان سے اعتدال ومیانہ روی کے ساتھ استفادہ کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ زمانے کا نظام چلتا رہے اور کسی بھی مرحلے میں کسی چیز کی کمی کا احساس نہ ہو۔ آسمان وزمین کا نظام امن وشانتی کے ساتھ آگے بڑھتا رہے اور فضا مسموم نہ ہو، پانی کم اور آلودہ نہ ہو، فضائی، آبی، صوتی وغیرہ آلودگیوں کے مسائل پیدا نہ ہوں۔ اللہ کی دھرتی صاف ستھری رہے، پہاڑوں کو کھودنے اور درختوں کے کاٹنے اور ایٹمی تجربات کی وجہ سے گلوبل وارمنگ کا چیلنج دنیا کے سامنے نہ آئے وغیرہ وغیرہ۔

اس لیے ہمیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے اقتصاد ومیانہ روی کے ساتھ فائدہ اٹھانا چاہئے۔ یہی اللہ تعالیٰ کی منشاء وحکمت بالغہ کا تقاضہ ہے اور اسی میں دنیا جہان اور اس میں رہنے اور بسنے والوں کی بھلائی وسعادت مضمر ہے۔ امارت وغربت اللہ تعالیٰ کے اسی قانون تقدیر اور نظام مقدار واندازہ کے تحت ہے۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہی ہے وہ جس کو جتنا چاہے عطا کردے اور وہ چاہے تو سب کو مالدار کردے اس کے باوجود وہ کچھ لوگوں کے رزق اور سامان عیش میں کمی کردیتا ہے۔ لَهٗ مَقَالِيۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ، يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ،اِنَّهٗ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡم ‘‘(الشوریٰ:١٢) ’’آسمانوں اور زمینوں کی کنجیاں اسی کی ہیں، جس کی چاہے روزی کشادہ کردے اور تنگ کردے، یقیناً وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے‘‘۔ اس حوالے سے بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت کو سمجھنے اور غور کرنے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے، اگر ہے تو انسان کی سمجھ میں کمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا جہاں کی ساری نعمتیں حضرت انسان کے لیے عام کردی ہیں کہ وہ خود بھی ان کو کھائے، پیئے۔ ان سے راحت وآرام حاصل کرے اور فائدہ اٹھائے اور دوسرے محتاجوں، غریبوں، ناداروں اور محروم طبقات کو بھی ان نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع دے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی خورد ونوش میں فضول خرچی اور صدقات وخیرات میں اسراف وتبذیر سے بالکل منع کردیا ہے فرمایا: كُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا وَلَا تُسۡرِفُوۡا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡمُسۡرِفِيۡن (الأعراف:٣١) ’’خوب

کھاؤاور پیواور حد سے مت نکلو، بیشک اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے‘‘۔وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا (الاسراء:۲۷-۲۶)’’اور رشتے داروں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہو اور اسراف اور بیجا خرچ سے بچو کیوں کہ بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے‘‘۔

وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (الأنعام:۱۴۱)اور حد سے مت گزرو یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے‘‘۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا (الاسراء:۲۹)’’اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھول دے پھر ملامت کیا ہوا در ماندہ ہو کر بیٹھ جائے‘‘۔

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا (الفرقان:۶۷)’’اور جو خرچ کرتے وقت بھی نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ بخیلی، بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل طریقے پر خرچ کرتے ہیں‘‘۔

اسی طرح اسلام کی نگاہ میں جس طرح قدرتی وسائل کے استعمال میں فضول خرچی اور اسراف وتبذیر ممنوع ہے اسی طرح ان وسائل کا تحفظ بھی از حد ضروری ہے تاکہ بلاوجہ ان وسائل کو ضیاع وبرباد ہونے سے بچایا جاسکے۔ پانی جس پر حیات انسانی بلکہ ساری مخلوقات کی زندگی کا انحصار ہے کو بچانے کے ساتھ ساتھ اسے صاف ستھرا رکھنے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ اور آلودہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:’’لایبولن احدکم فی الماء الدائم الذی لا یجری ثم یغتسل منه‘‘(متفق علیہ)’’یعنی تم میں سے کوئی بھی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے کیوں کہ پھر ضرورت پڑنے پر اُسی سے ہی غسل کرنا ہے‘‘۔

اسی طرح پیڑ پودے جن کا ماحولیات کی صفائی وستھرائی اور تحفظ میں اہم رول ہے۔ یہ کل کارخانوں، گاڑیوں، گرد دھول، تعمیراتی کاموں وغیرہ سے پیدا ہونے والی آلودگیوں کو صاف ومتوازن رکھنے میں بڑے ممد ومعاون ثابت ہوتے ہیں، علاوہ ازیں یہ غذا بھی فراہم کرتے ہیں اور ان سے مکانات اور گھریلو ساز وسامان اور فرنیچر وغیرہ بھی بنائے جاتے ہیں۔ اس لیے ان سے فائدہ اٹھانے کے ساتھ ساتھ اسلام نے کاشتکاری اور شجرکاری کا بھی حکم دیا ہے اور اس کی بڑی ہمت افزائی کی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے’’من کانت له أرض فليزرعها أو ليمنحها أخاه‘‘ (مسلم)’’جس کے پاس زمین ہو تو اسے خود اس میں کاشت کرنی چاہئے یا پھر وہ اسے اپنے بھائی کو دیدے‘‘ اور’’مامن مسلم يغرس غرسا أو يزرع زرعا فياكل منه طير أو انسان أو بهيمة الا كان له به صدقة‘‘(بخاری)’’کوئی بھی مسلمان کوئی پودا لگاتا ہے یا کاشت کاری کرتا ہے تو اس میں سے جو کچھ پرندہ، انسان یا چوپایا کھالیتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے‘‘۔ مسند احمد اور الادب المفرد کی روایت میں شجرکاری کی ترغیب یہاں تک دی گئی ہے کہ قیامت قائم ہو رہی ہو اور کسی کے ہاتھ میں کوئی پودا ہو اور اسے اتنی مہلت ہو کہ وہ اس پودے کو لگا دے تو اس کو وہ پودا لگا دینا چاہئے۔’’ان قامت الساعة وبيد احدكم فسيلة فان استطاع الايقوم حتى يغرسها فليفعل‘‘۔اسلام نے درختوں کے تحفظ کا اس قدر خیال رکھا ہے کہ میدانِ کارزار میں بھی اسے کاٹنے سے روکا ہے۔

آگ، پانی، ہوا، درخت، پہاڑ، جانور وغیرہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے فائدے کے لیے پیدا کی ہیں۔ لیکن ان سے استفادے کا ضابطہ بھی بتایا ہے۔ جب تک ان تعلیمات کے مطابق ان وسائل سے فائدہ اٹھانے کا چلن رہا دنیا کے اندر نہ پانی کی کمی کا مسئلہ پیدا ہوا نہ مختلف قسم کی آلودگی چیلنج بن کر سامنے آئی اور نہ ہی گلوبل وارمنگ وغیرہ اصطلاحات سے دنیا متعارف ہوئی لیکن جیسے جیسے ان قدرتی وسائل کو بلاسوچے سمجھے استعمال کیا گیا اور اعتدال ومیانہ روی کا دامن چھوڑ دیا گیا تو دنیا رفتہ رفتہ جہنم کدہ بننے لگی۔ اور وسائل کی کمی کے ساتھ ساتھ مختلف قسم کی بیماریاں جنم لینے لگیں۔ اور آج حال یہ ہے کہ لوگوں کو صاف ستھری فضا میں سانس لینا میسر نہیں ہے۔ اور یہ سب ہماری بے اعتدالیوں کا نتیجہ ہیں۔ ہمارے بیجا تصرفات کا خمیازہ ہے۔ اشیاء کے صحیح استعمال کا خیال ہم کو نہ رہا، ہم نے ان نعمتوں کو نعمت الٰہی سمجھ کر قدر شناسی پھر ان کی قدر دانی نہیں کی۔ اور اس پر شکر وسپاس کا علم وذوق مفقود ہوگیا، دنیا کی حقیقت اور اپنے مشن اور مقصد کو ہم نے فراموش کردیا۔ اور’’ھل من مزید‘‘ کے نعرے بے تکان لگاتے رہے۔ اور اس لوٹ کھسوٹ اور اسراف وتبذیر میں ایک دوسرے پر بازی لے گئے۔ اللہ کی بے پناہ نعمتوں کے استعمال میں اللہ تعالیٰ کے منشاء ومرضی کو فراموش کردیا اور زمین وآسمان اور ان کے درمیان کارفرما نظم وضبط اور اندازہ وتقدیر سے عبرت حاصل نہیں کی بلکہ بغاوت وروگردانی اور ناشکری کی روش اختیار کرکے اور فطرت کے تقاضوں کو بروئے کار نہ لاکر اللہ کے غضب کو بھڑکا دیا جس کے نتیجے میں مختلف قسم کی تباہی اور عذاب سے دوچار ہو رہے ہیں۔ کبھی سیلاب آتا ہے تو کبھی خشک سالی آجاتی ہے۔ کبھی سونامی قہر بن کر آتی ہے تو بویلا طوفان آبادی کی آبادی کو خش وخاشاک کی طرح اڑا کر لے جاتا ہے۔ کبھی موسم کا مزاج بگڑ جاتا ہے۔ کبھی آلودگیاں حد سے تجاوز کر جاتی ہیں کہ انسان کا سانس لینا مشکل ہوجاتا ہے۔ پھر بھی ہمارا حال یہ ہے کہ اپنے غلط تصرفات اور اسراف وتبذیر سے باز نہیں آتے اور توبہ نہیں کرتے۔ اب کس بات کا انتظار ہے۔’’اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِىْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْن. (التوبہ:۱۲۶) اور کیا ان کو نہیں دکھلائی دیتا کہ یہ لوگ ہر سال ایک بار یا دو بار کسی نہ کسی آفت میں پھنستے رہتے ہیں پھر بھی نہ توبہ کرتے اور نہ نصیحت قبول کرتے ہیں‘‘۔

یہ قوموں کے حکایاتِ خیالیہ وقصص پارینہ محض نہیں ہیں بلکہ تازیانہ عبرت وموعظت ہیں اور صاف صاف تنبیہ ووارنگ ہے۔’’فھل من مدکر‘‘؟!!

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

بموقع ۳۴ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس

قیام امن کے لئے قومی یکجہتی کی ضرورت اور اہل حدیثوں کی مساعی

ڈاکٹر رحمت اللہ محمد موسیٰ سلفی
ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث کٹیہار

امن انسانی زندگی میں: امن وامان اللہ رب العزت کی عظیم نعمت ہے۔ جسے نوازتا ہے وہ پرسکون وپرلطف زندگی گذارتا ہے، انسان فطری طور پر امن کا خوگر ومتلاشی پیدا ہوا ہے جسے حاصل کرنے کے لئے بڑی تگ ودو کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر اس کی زندگی میں امن وامان ہوگا تو جان ومال، عزت وآبرو اور اہل وعیال سب محفوظ رہیں گے اور زندگی کے تمام امور عبادت، ریاضت، معیشت، سیاست، حقوق بحسن وخوبی انجام پائیں گے۔ لیکن اگر اسے امن میسر نہ ہو، خوف وہراس اور دہشت نے گھیر لیا ہو تو وہ بدامنی، انتشار وفساد اور لاقانونیت میں ایسے مبتلا ہوگا کہ حقوق وفرائض واجبات ومسئولیات ادا کرنے میں پریشانی ہوگی۔ اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اہل مکہ کے لئے امن وامان کی دعا کی: وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ (البقرہ:۱۲۶) اے اللہ اس شہر کو امن کا گہوارہ بنادے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: من اصبح منكم معافى فى جسده آمنا فى سربه عنده قوت يومه فكأنما حيزت له الدنيا (جامع ترمذی: ۲۳٤٦) یعنی جو شخص اس حالت میں صبح کرے کہ وہ تندرست ہو اور اپنے آپ میں پرامن ہو اور اس کے پاس ایک دن کی روزی ہو گویا اس کے لئے پوری دنیا کو جمع کر دیا گیا۔ اس حدیث سے بھی انسان کی زندگی میں امن کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔

امن اور اسلام: اور اسی اہمیت کے پیش نظر مذہب اسلام نے امن وامان کو انسانیت کے لئے لازمی ومہتم بالشان قرار دیا اور اس کے حصول کی ہر ممکن ترغیب دی بلکہ امن وامان کی اہمیت وفضیلت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے اسباب ونتائج بھی بیان کئے چنانچہ قتل ناحق کو پوری انسانیت کے قتل کا مترادف قرار دیا: مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا (المائدہ:۳۲) اسی طرح شرک وبدعت، زنا، چوری، ڈکیتی، رشوت، سود، جوا، ظلم وطغیان دہشت گردی وخودکشی کو ناجائز بتا کر اس کی سزا متعین کی، فساد پھیلانے والوں کے بارے میں کہا: اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (المائدۃ:۳۳) زنا کے بارے میں اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (النور:۲) نازل کیا۔ چوری کی سزا بتائی: وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا (المائدۃ:۳۸)

مذہب اسلام معاشرہ وسماج میں امن وامان قائم کرنے کے لئے صرف ان جرائم کی سزا بتانے پر اکتفا ہی نہیں کیا بلکہ ان اسباب کی نشاندہی کی جن کے ذریعہ فرد وسماج میں امن وامان قائم ہوسکتا ہے، چنانچہ ایمان کو امن کے لئے لازمی قرار دیتے ہوئے کہا اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (الانعام:۸۲) اسی طرح افراد سماج کے بھائی چارہ واخوت سے پیش آنے، بھلائی کا حکم دینے، برائی سے روکنے کے فریضہ کو ادا وعام کرنے کی ترغیب دی اور گارجین حضرات، علماء وفضلاء، اسکول وکالجز کے ٹیچرس وذمہ داران، مختلف محکموں کے افسران وعہدیداران کو اس کی ذمہ داری دی تا کہ معاشرہ ہر طرح کے جرائم سے پاک رہے اور (لا ضرر ولا ضرار۔ ابن ماجه :۲۳٤ حسن) کا صحیح نمونہ بن کر قومی اتحاد ویکجہتی کو قائم کر سکے۔

قیام امن میں قومی یکجہتی کی اہمیت وضرورت: کسی ملک وسماج میں امن وامان قائم کرنے، سالمیت وترقی اور استحکام کے لئے فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور قومی یکجہتی کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ ہندوستان جیسے عظیم جمہوری ملک جہاں ہمہ جہت تہذیب وکلچر اور مختلف مذاہب کے ماننے والے آباد ہیں ان میں باہم اخوت وبھائی چارہ، محبت والفت مشترکہ قدریں وروایتیں رہی ہیں اور انہی مشترکہ قدروں کے ذریعہ اس عظیم ملک میں آزادی سے پہلے اور آزادی کے بعد استقراء وامن قائم ہوا بلکہ حریت وآزادی جو بذات خود امن کا پیش خیمہ تھی ہندو مسلم سکھ عیسائی سب نے مل کر قومی یکجہتی کا ثبوت دیتے ہوئے حاصل کیا تھا۔ مہاتما گاندھی، پنڈت نہرو، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا داؤد غزنوی، مولانا عثمان فارقلیط، عبدالحلیم شرر، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی وغیرہم نے مل کر استعماری وفرنگی طاقت کا خاتمہ کیا تھا، اگر ان میں آپسی رسہ کشی، نفرت وعداوت، فرقہ واریت، شدت وعدم برداشت ہوتی تو ملک آزاد نہ ہوتا بلکہ انگریز ان کا معاشی وسیاسی استحصال کرنے اور ظلم وجور کی داستان اور لمبی ہوتی۔

آج جبکہ ملک عزیز کو فرقہ پرست طاقتوں کی طرف سے شدید خطرہ لاحق ہے اور داخلی سالمیت واتحاد پارہ پارہ وپاش پاش ہوا چاہتا ہے تشدد ودہشت گردی نے ہر پرامن شہری کا چین وسکون چھین لیا ہے، ہندو مسلم میں دوریاں بڑھتی ہی جارہی ہیں۔ آپسی محبت وبھائی چارہ وفرقہ وارانہ ہم آہنگی ختم ہوکر بدامنی وافراتفری پھیل رہی ہے۔ سفر مشکل سے مشکل تر ہوتا جارہا ہے ادارے محفوظ نہیں ہیں۔ مساجد شدت پسند

عناصر کے نشانے پر ہیں ایسی نازک گھڑی میں ملک میں قومی اتحاد ویکجہتی قائم کرنا وقت کی سب سے بڑی ضرورت واہمیت ہے، ہرمذہب اور ہر برادری اور ہرقوم کی ذمہ داری ہے کہ ملک میں قیام امن کے لئے سوچیں اور قومی یکتا ویکجہتی قائم کرنے کی راہ میں جو بھی جتن ہوسکے کریں جس طریقے سے ان کے اسلاف نے جتن کر کے اسے جنت نشان بنایا ہے۔

قیام امن میں اہل حدیثوں کے مساعی: ملک کو درپیش خطرات وداخلی انتشار کی اس نازک وپریشان کن حالات میں ہم سلفیان ہند کی ذمہ داری دوچند ہوجارہی ہے کہ ہم اپنے عمل واخلاق اور کردار سے ملک میں قومی یکجہتی وفرقہ وارانہ ہم آہنگی قائم کریں کیونکہ ہمارے اسلاف نے ماضی میں قیام امن میں نمایاں کردار ادا کیا ہے انہوں نے مختلف پلیٹ فارم سے اس فریضہ کو انجام دیا ہے، مدارس وجامعات قائم کر کے جہاں دینی تعلیم کو عام کیا وہیں ملکی سالمیت کی حفاظت میں زبردست رول ادا کیا۔انہوں نے خود اپنی زندگی فلاح انسانیت وقومی یکجہتی میں وقف ہی نہیں کیا بلکہ اس کے لئے قربانیاں دیں، کالا پانی گئے، دارورسن کی زندگی کاٹی، سولی کے پھندے کو گلے سے لگایا اورظلم وعدوان کا خاتمہ کرنے اور ملک میں امن وسکون قائم کرنے کے لئے مختلف وسیلے اختیار کئے۔مساجد کے منبرومحراب کو استعمال کیا، کتابیں لکھیں، دوھے لکھے۔نظمیں لکھیں، مناظرے کئے، مباہلے میں ڈٹے۔ جرائد ومجلّات نکالے ،مضامین لکھے، تنظیمیں قائم کیں، کانفرنسیں منعقد کیں اوراہل حدیث عوام کو قیام امن کے لئے ابھارا الغرض ہرممکن وسائل کے ذریعہ ملک میں قومی یکجہتی کی فضا قائم کی اور قیام امن میں نمایاں رول ادا کیا اوراب بھی کررہے ہیں اہل حدیثوں کی پوری تاریخ اس کا شاہد عدل ہے۔سچ ہے:

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اکھڑ جاتے تھے

قیام امن میں اہل حدیث علماء کا کردار: یہ ایک ناقابل فراموش حقیقت ہے کہ علماء اہل حدیث نے تحریک آزادی میں سب سے نمایاں خدمات انجام دی ہیں پروفیسر تاراچند اپنی کتاب ’’تاریخ تحریک آزادی ہند‘‘ میں لکھتے ہیں کہ جنگ آزادی ہند میں پانچ لاکھ علماء اہل حدیث کو انگریزوں نے شہید کرڈالا...صرف بنگال میں دولاکھ سے زیادہ اہل حدیث علماء شہید کردیئے گئے۔ذیل میں مختلف علاقے کے چند اہل حدیث علماء ومجاہدین آزادی کا نام ذکر کیا جاتا ہے پھر بعض علماء کا خصوصی تذکرہ کریں گے ان شاءاللہ۔

شاہ اسحاق دہلوی ،شاہ اسماعیل شہید ،سید احمد شہید، میاں نذیر حسین محدث دہلوی ،محمد حسین بٹالوی، سید یحی علی صادقپوری، سید حیدر علی رام پوری ،کرامت علی جونپوری ،ابومحمد ابراہیم آروی، عبدالوہاب آروی، عبدالعزیز رحیم آبادی ،شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری ،ولایت علی صادقپوری ،عنایت علی صادقپوری، حافظ عبداللہ غازیپوری، سید داؤد غزنوی، قاضی سلیمان منصور پوری، ابوالقاسم سیف بنارسی، محمد ابراہیم سیالکوٹی، محمد اسماعیل سلفی ،عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، محی الدین احمد قصوری، محمد علی لکھوی، سید اسماعیل غزنوی، عبداللہ قصوری، سید عبدالغفار غزنوی، ابوالکلام آزاد عبدالقیوم رحمانی ،نذیر احمد رحمانی، حافظ عبدالکریم صاحب دیوان گلشن ہدایت وغیرہم رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ

انہوں نے اوران کے علاوہ دیگر علماء اہل حدیث نے ہمیشہ قومی یکجہتی کی ضرورت کو محسوس کیا اوراسی کے سہارے ہندوستان سے انگریزوں کا قبضہ وتسلط ختم کر کے امن وامان قائم کیا اورآج بھی اس فارمولہ کے ذریعہ قیام امن کی کوشش جاری ہے اس مشترکہ ورثہ کو چھوڑ کر اگر ہندو اکیلے کوشش کرے یا مسلمان اکیلے محنت کرے وہ محنت وکوشش بیکار ورائیگاں جائے گی اس لئے آئیں دیکھیں مولانا ابوالکلام آزاد نے اس فارمولہ کو کتنی اہمیت دی تھی اورقومی اتحاد کی طاقت کی کیا حیثیت بتائی تھی۔

مولانا ابوالکلام آزاد (۱۹۵۸ء) ایک صاحب طرز انشاء پرداز ،جادو بیاں خطیب ،بے مثال صحافی، بہترین مفسر اور عالی دماغ سیاستداں تھے جنہوں نے قومی یکجہتی کے ذریعہ ملک میں امن وامان قائم کرنے کی بھرپور کوشش کی ،مولانا سمجھتے تھے کہ مسلمانان ہند کی عافیت اسی میں ہے کہ وہ ہندوستانی قومیت وسیکولرزم کو قبول کرلیں اسی لئے انہوں نے کانگریس میں شمولیت اختیار کی اور مہاتما گاندھی کے قریبی ساتھی ہوگئے۔مولانا قیام پاکستان کے سخت مخالف تھے آپ نے تقسیم کے وقت مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

’’آپ مادر وطن چھوڑ کر جارہے ہیں آپ نے سوچا اس کا انجام کیا ہوگا، آپ کے اس طرح فرار ہوتے رہنے سے ہندوستان میں بسنے والے مسلمان کمزور ہوجائیں گے اور ایک وقت ایسا بھی آسکتا ہے جب پاکستان کے علاقائی باشندے اپنی اپنی جداگانہ حیثیتوں کا دعوی لے کر اٹھ کھڑے ہوں، بنگالی، پنجابی، سندھ، بلوچ اور پٹھان خود کو مستقل قومیں قرار دینے لگیں، کیا اس وقت آپ کی پوزیشن پاکستان میں بن بلائے مہمان کی طرح نازک اور بے حسی کی نہیں رہ جائے گی، ہندو آپ کا مذہبی مخالف تو ہوسکتا ہے قومی مخالف نہیں، آپ اس صورتحال سے نمٹ سکتے ہیں ،مگر پاکستان میں آپ کو کسی وقت بھی قومی اور وطنی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑے گا جس کے آگے آپ بے بس ہوجائیں گے، میں مسلمان ہوں اور فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ مسلمان ہوں ،اسلام کے تیرہ سو برس کی شاندار روایتیں میرے ورثے میں آئی ہیں، میں تیار نہیں ہوں کہ اس کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی ضائع ہونے دوں۔ اسلام کی تعلیم، اسلام کی تاریخ، اسلام کے علوم وفنون، اسلام کی تہذیب میری دولت کا سرمایہ ہے اور میرا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کروں، بہ حیثیت مسلمان ہونے کے میں مذہبی اور کلچر دائرے میں اپنا خاص ہستی رکھتا ہوں اور میں برداشت نہیں کرسکتا کہ اس میں کوئی مداخلت کرے لیکن ان تمام احساسات کے ساتھ میں ایک اور احساس بھی رکھتا ہوں جسے میری زندگی کی حقیقتوں نے پیدا کیا۔اسلام کی روح مجھے اس سے نہیں روکتی بلکہ وہ اس راہ میں میری رہنمائی کرتی ہے، میں فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ

میں ہندوستانی ہوں، میں ایک ایسا عنصر ہوں جس کے بغیر اس کی عظمت کا ہیکل ادھورہ رہ جاتا ہے میں اس کی تکوین کا ایک ناگزیر عامل فیکٹر ہوں میں اس دعوے سے کبھی دست بردار نہیں ہوسکتا۔''

مولانا آزاد رحمہ اللہ ہندو مسلم اتحاد کے زبردست علمبردار اور وطن عزیز کے سچے اور مخلص و بے لوث جاں نثار تھے جنہوں نے یک قومی نظریہ کے ذریعہ ہندوستان میں امن وامان قائم کرنے میں قائدانہ وحکیمانہ رول ادا کیا اور قومی یکتا ویکجہتی کے خاطر مصائب ومشکلات اور دشنام طرازیاں برداشت کی اس وقت بہت سے ناعاقبت اندیشوں کو آپ کا مدبرانہ ودوراندیشانہ نظریہ پسند نہیں آیا بلکہ اس کی مخالفت کی لیکن تاریخ گواہ ہے کہ آپ نے جو خدشات واندیشے ظاہر کئے تھے وہ تقسیم ہند کے بعد سچ ثابت ہوگئے، مولانا نے آگرہ صوبائی خلافت کانفرنس جو ۱۹۲۱ء میں منعقد ہوئی تھی اس کے خطبہ صدارت میں فرمایا تھا'' ہندوستان کی نجات کے لئے ہندو مسلم اتحاد ضروری ہے کیونکہ ملک کی ترقی ایک دوسرے کی ترقی کے بغیر ناممکن ہے'' وہ ہمیشہ ملک دشمنی اور فرقہ پرستی جیسی لعنتوں سے بچنے کی تلقین کرتے اور ملک کی مستحکم تعمیر وترقی کے لئے قومی یکجہتی و یکتا کی دعوت دیتے رہے، ان کا واضح موقف یہ تھا کہ اگر آزادی نہ ملی تو ہندوستان کا نقصان ہوگا لیکن ہندو مسلم اتحاد ہندو مسلم اتحاد نہ رہا تو انسانیت کا نقصان ہوگا۔

قیام امن اور اهل حدیث اخبار: ۱۸۵۷ء کے بعد جب پورے ملک پر انگریزی سامراج نے جابرانہ وقاہرانہ قبضہ کرلیا اور اطمینان کے ساتھ حکمرانی کرنے لگے بلکہ حکومت کو دوام بخشنے کے لئے نوجوانوں کو عیسائیت کی جانب راغب کرنا شروع کیا اور ہندو مسلم کارڈ کھیل کر پھوٹ ڈالو حکومت کرو کی پالیسی اپنائی تو اہل حدیث علماء کرام، ادباء وشعراء نے ان کا تعاقب کیا اور جرائد ومجلّات اور اخبارات کے ذریعہ انگریزی سامراج کی غلط پالیسی وناپسندیدہ کرتوت کی نقاب کشائی کی اور ملک کو درپیش چیلنج سے عوام کو آگاہ کیا اور قومی اتحاد کا نعرہ دیا چنانچہ علامہ محمد حسین بٹالوی ؒ نے ۱۸۸۷ء میں ''اشاعۃ السنۃ'' اور ادیب باکمال عبدالحلیم شرر نے ۱۸۹۰ء میں دلگداز (ماہنامہ) جاری کیا پھر متعدد علماء اہل حدیث میدان میں آئے جن میں سے چند مشہور ومعروف علماء کرام اور ان کی ادارت میں شائع ہونے والے جرائد ومجلّات کا نام مع سنہ اجرا لکھا جاتا ہے۔

(۱) شیخ الاسلام ثناء الله امرتسری، "اهل حدیث" (هفت روزه) سنه اجرا، ۱۹۰۳ء "مرقع قادیان" (ماهنامه) سنه اجرا ۱۹۰۷ء (۲) امام الهند مولانا ابوالکلام آزاد "الهلال" (هفت روزه) سنه اجرا، ۱۹۱۲ء "البلاغ" (هفت روزه) سنه اجرا ۱۹۱٤ء (۳) بابائے صحافت مولانا ظفر علی خان (زمیندار) ۱۹۰۹ء (٤) داعی کبیر علامه محمد جوناگڈهی، "اخبار محمدی" (پندره روزه) سنه اجرا ۱۳٤۰ھ (٥) مولانا عبدالمجید خان، "مسلمان" (ماهنامه) سنه اجرا ۱۹۳۰ء (٦) مولانا ابوالفضل عبدالحنان بهاری، "اهل حدیث گزٹ" ۱۹۳۳ء (٤) علامه نذیراحمد رحمانی، "محدث" (ماهنامه) سنه اجرا ۱۹۳۳ء مولانا نورالهدی "المجاهد" سنه اجرا ۱۹٤۰ء (۸) ڈاکٹر سید عبدالحفیظ سلفی، "الهدی" (ماهنامه) سنه اجرا ۱۹٤۰ء۔

اس کے علاوہ سیکڑوں ادبی واخلاقی علمی ومذہبی اور سیاسی جرائد ومجلّات کے ذریعہ قیام امن کی کوشش کی اور اس کے لئے انہیں پابند سلاسل کیا گیا اور کتنے کو ضبط کرلیا یا سرے سے موقوف کردیا گیا۔ مولانا آزاد کے ''الہلال'' اور ''البلاغ'' کے ساتھ پیش آنے والے انگریز کے جابرانہ وآمرانہ موقف کو اور خود مولانا کے رانچی کے قید وسلاسل کی زندگی کو کون بھلاسکتا ہے، لیکن داد دیجئے مولانا آزاد اور اہل حدیث علماء کرام کو جنہوں نے فرنگیوں کے ظلم وستم کو برداشت کیا اور ملک میں امن وامان قائم کرنے کے لئے باہمی اتحاد وقومی یکجہتی کو فروغ دیتے رہے یہاں تک کہ ہندوستان آزاد ہوگیا۔

آزادی کے بعد یہ تحریک رکی نہیں بلکہ علماء اہل حدیث نے اس شاندار مشن کو جاری رکھا اور ۱۹۵۱ء میں مولانا عبدالجلیل رحمانی نے ''مصباح'' ماہنامہ نکالا، پھر مولانا عبدالوہاب آروی نے ۱۹۵۲ء میں '' ترجمان'' (ہفت روزہ) نکالا جس کے اڈیٹر مولانا عبدالحکیم مجاز تھے، پھر ۱۹۶۹ء میں جامعہ سلفیہ بنارس سے ''صوت الامۃ'' (عربی ماہنامہ) اور ۱۹۸۲ء میں '' محدث'' (اردو ماہنامہ) جاری ہوا، سلفی جرائد ومجلّات کی مزید معلومات کے لئے دیکھئے (یادگار مجلّہ اہل حدیث ایک تاریخی دستاویز ۱۷۷۔۱۸۷)

اس کے علاوہ ''اصلاح سماج'' (ہندی) دہلی ''صوت الحق''، مالیگاؤں، ''راہ اعتدال''، ممبئی، (مدراس) '' آثار'' (مئوناتھ بھنجن) ''نور توحید''، جھنڈانگر (نیپال) ''السراج'' جھنڈانگر (نیپال) ''طوبیٰ'' (جامعہ امام ابن تیمیہ بہار) ''توحید'' (کشن گنج بہار) ''نوائے اسلام'' دہلی نیز دیگر علاقائی زبانوں بنگلہ، ملیالم، گجراتی، ہندی میں شائع ہونے والے جرائد ومجلّات باہمی اتحاد واتفاق اور قومی یکتا کو فروغ دینے میں کوشاں ہیں اور جب بھی کوئی دلخراش ودلسوز واقعہ پیش آتا ہے تو اس کے اسباب وعوامل اور عواقب وانجام کی نشاندہی کرتے ہوئے اداریے شائع ہوتے ہیں تاکہ صبر وتحمل کی فضا قائم رہے اور ماحول سازگار وسنجیدہ بنا رہے۔

آزادی کے بعد جتنے فسادات ہوئے میرٹھ، ملیانہ، بھاگل پور، سیتامڑھی، مظفر نگر، کاس گنج، جمشید پور وغیرہ ان تمام واقعات کی حقیقت بیانی میں اہل حدیث اخبار پیش پیش رہا اور شر پسند عناصر ومجرمانہ کردار کے حامل افراد کی نشاندہی کے ساتھ مسلمانوں کو صبر وتحمل سے کام لینے اور آئین ہند کا پاس ولحاظ اور باہم اتحاد واتفاق قائم رکھنے پر زور دیا کیونکہ فرقہ پرست لوگ یہی چاہتے ہیں کہ مسلمان برادران وطن کے ساتھ الجھیں اور تناؤ میں رہیں اس کے لئے کبھی وہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی

کو بہانہ بنا کر اور کبھی گئو رکھشا کے نام پر ہجومی تشدد کا ننگا ناچ کرتے ہیں تو کبھی مدارس کو دہشت گردی کے اڈے بتاتے ہیں اور کبھی ان کی حب الوطنی پر شک کرتے ہیں اور کبھی تعلیم یافتہ نوجوانوں کو شک وشبہ میں گرفتار کرانے کی کوشش کرتے ہیں، ایسے صبر آزما حالات میں مدیران جرائد ومجلّات، ملک وملت کی مفاد میں ایسے مضامین اور ایسے اداریے شائع کرتے ہیں جو چشم کشا اور بصیرت افروز ہوتے ہیں اور ہندو مسلم میں یکجہتی وہمدردی اتحاد واتفاق قائم کرنے میں معاون بنتے ہیں۔

قومی یکجہتی اور اہل حدیث مدارس وجامعات:

۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستانی مسلمانوں اور ہندوؤں کی جو حالات بنی اسے دیکھ کر علماء ودانشوران اہل حدیث ہند کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ اگر ہندوستان میں اپنا وجود وملی تشخص باقی رکھنا ہے تو نوجوانوں کو علم کی طاقت سے لیس کرنا ہوگا کیونکہ تعلیم کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کرسکتی بالخصوص دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری علوم کا ہونا ضروری ہے اور حاکم وقت کو یہ باور کرانا ہے کہ ہندوستانی قوم (ہندو مسلم) مذہبی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم کو اہمیت دیتی ہے اور اس سے محبت کرتی ہے، سرسید احمد خاں ایسے اہل حدیث عالم ودانشور تھے جنہوں نے ۱۸۵۷ کے جانکاہ وجاں گسل حادثہ کو دیکھا تھا ان کے دل میں حب الوطنی کا جذبہ سرشار تھا وہ قومی یکتا کے داعی وعلمبردار تھے اس لئے انہوں نے تعلیم کے ذریعہ ہندوستان کے مرتعش فضا میں سکون پیدا کرنے کی کوشش کی اور ۱۸۷۵ میں محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کی بنیاد رکھی جسے ۱۹۲۰ء میں یونیورسٹی کا درجہ ملا اور بعد میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے نام سے عالمی شہرت حاصل ہوئی، یہ ایک عالمی مرکزی یونیورسٹی ہے جس میں ہندو مسلم سکھ عیسائی بچے پڑھتے ہیں اور قومی یکجہتی کا درس لیتے ہیں، اس ادارے کو چمکانے میں دیگر لوگوں کی طرح ایک اور سلفی عالم وادیب صاحب مسدس خواجہ الطاف حسین حالی تھے جنہوں نے مخلصانہ وبے لوث محنت کی اور سرسید کے تعلیمی مشن کو آگے بڑھا کر قومی یکجہتی وراشٹریہ یکتا کا روشن مینار قائم کیا۔

۱۹۴۷ء میں جب ملک تقسیم ہوکر دولخت ہوگیا تو سب سے زیادہ نقصان سلفیان ہند کو ہوا ان کے علماء شہید کردیئے گئے یا قید میں ڈال دیئے گئے اور جائیدادیں ضبط کرلی گئیں اور جو بچ گئے وہ پاکستان چلے گئے اور جامعہ رحمانیہ دہلی جو اہل حدیثان ہند کی آن بان شان تھی وہ بند ہوگیا کیونکہ اس کے منتظمین پاکستان چلے گئے لیکن ستائیس سال مختصر مدت میں جو کارنامہ انجام دیا اس کی مثال دوسرے مدارس میں نہیں ملتی الغرض آزادی کے بعد پھر سے مسلمان علمی ومذہبی اور سماجی وقومی اعتبار سے مضبوط ہونا چاہتے تھے انہیں معلوم تھا کہ علم کے بغیر کھویا وقار حاصل نہیں کیا جاسکتا اور جو ملی وتعلیمی نقصان ہوا ہے اس کی بھرپائی کرنا ضروری ہے اس لئے اہل حدیثوں نے متعدد ادارے قائم کئے۔ جامعہ سلفیہ بنارس، جامعہ دارالسلام عمرآباد، جامعہ فیض عام مئو، جامعہ اثریہ دارالحدیث مئو، جامعہ عالیہ مئو، جامعہ امام ابن تیمیہ مشرقی چمپارن بہار، جامعہ اسلامیہ خیرالعلوم ڈومریا گنج، جامعہ سراج العلوم جھنڈا نگر، جامعہ سراج العلوم بونڈیہار، جامعہ امام بخاری کشن گنج، جامعہ اسلامیہ دریاباد وغیرہ ان مدارس کے علماء وفضلاء اور فارغین نے ہندوستانی عوام کے درمیان یکجہتی قائم کرنے اور ماحول کو بگاڑنے والوں کے خلاف مہم میں کلیدی کردار ادا کیا، لیکن آج جبکہ ملک میں نئے سرے سے نفرت کا ماحول قائم کیا جارہا ہے۔ اخوت ومساوات، فرقہ وارانہ ہم آہنگی وخیر سگالی کی فضا کو بگاڑنے کی کوشش ہورہی ہے بالخصوص مدارس اسلامیہ کے طلبہ کو شک کی نگاہ سے دیکھا جارہا ہے، مدارس کے اساتذہ پر کڑی نگاہ رکھی جارہی ہے ان کے حرکات ونشاطات ایجنسیوں کے رڈار پر ہیں مدارس سے طلبہ کو تفتیش کے نام پر اٹھایا لیا جاتا ہے اور دوران سفر محمد جنید جیسے مظلوم طالب علم کو مار مار کو ختم کردیا جاتا ہے، مدارس کو دہشت گردی کے اڈے بتائے جارہے ہیں بلکہ مدارس سلفیہ کے صاف وشفاف وبے باک کرداروں کو داغدار کیا جارہا ہے ایسے میں برادران وطن کے ساتھ مل بیٹھ کر قومی اتحاد قائم کرنا اور ان کے دلوں سے شکوک وشبہات دور کرنا نیز فرقہ پرست طاقتوں کو منہ توڑ جواب دینے کے لئے ان کے سنجیدہ لوگوں سے تعاون لینا ارباب مدارس کی ذمہ داری ہے، ساتھ ہی ساتھ سیکولر قوتوں کو یقین دلانا کہ مدارس کے داخلی وخارجی امور بالکل صاف وشفاف ہیں یہاں تک کسی بھی مشکوک افراد کے داخلہ پر مکمل پابندی ہے یہاں جو بھی آمدورفت کرتا ہے اس کا مکمل ڈاٹا رکھا جاتا ہے اس لئے مدارس کے اساتذہ وطلبہ کو شک کی نگاہ سے دیکھنا قطعاً درست نہیں۔

شک کے ازالہ کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ غیر مسلم دانشوروں کو مدرسہ کے سالانہ تعلیمی وثقافتی پروگرام میں دعوت دی جائے اور ملکی سالمیت کے عنوان پر تقاریر، مکالمہ، ڈیبیٹ ومذاکرہ کرایا جائے پھر انہیں مدارس سلفیہ کے بارے میں اظہار رائے کا موقع دیا جائے ان شاءاللہ قومی یکجہتی وباہم تقارب پیدا کرنے میں مدد ملے گی۔

قومی یکجہتی اور اہل حدیث ادب: ہندوستان ایسا ملک ہے جس میں مختلف مذاہب وتہذیب اور زبانوں کے ماننے والے رہتے بستے آرہے ہیں یہ ملک ہمہ لسانی، ہمہ مذہبی، ہمہ تہذیبی ملک ہے۔ بقائے باہم اس ملک کی خصوصیات ہے، جیو اور جینے دو، بردباری، شانتی، امن وسکون، مشترکہ قدریں، گنگا جمنی تہذیب اس ملک کا وصف ہے اور قومی یکجہتی اس ملک کی وہ طاقت ہے جس نے پوری دنیا میں اس کا نام روشن رکھا، اس وصف کو قائم دائم رکھنے میں عام اردو ادب کا اہم رول رہا اور خاص سلفی ادب کا خاصا کردار رہا ہے، عام اردو ادب کو ہندو مسلم سکھ عیسائی اور دیگر طبقات نے اختیار کیا اور سلفی ادب کو سلفی علماء وادباء وشعراء نے اختیار کیا اور معاشرتی وسماجی اور مذہبی ترقی میں استعمال کیا ساتھ ہی ساتھ رواداری، صبر وتحمل، اتحاد واتفاق قائم کر کے قومی یکجہتی کو خوب خوب ترقی دی، علامہ اقبال کا یہ شعر قومی یکجہتی کی زندہ مثال ہے۔

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہیں ہندوستاں ہمارا

قیام امن میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کا کردار: کسی کام کو منظّم ڈھنگ وٹھوس انداز میں کرنے کے لئے تنظیمیں وجود میں

آتی ہیں، دعوت وتبلیغ، اصلاح وتجدید اور قیام امن کا کام سب سے عمدہ ہے اس لئے اہل حدیثوں نے اس کے لئے باقاعدہ آزادی سے قبل ایک تنظیم بنام ''آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس بمقام آرہ بہار دسمبر ۱۹۰۶ء میں بنیاد ڈالی۔ جس کے پہلے صدر مولانا عبداللہ غازی پوری اور ناظم مناظر اسلام شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری قرار پائے۔ پھر ۱۹۵۷ء میں اسے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا نام دیا گیا جو الحمدللہ شروع دنوں سے اب تک مسلسل دعوتی، تعلیمی، سماجی، ادبی اور رفاہی خدمات انجام دے رہی ہے، اس کے موجودہ امیر محترم شیخ اصغر علی امام مہدی سلفی اور ناظم عمومی شیخ محمد ہارون سنابلی حفظہما اللہ ہیں جو لگاتار قومی یکجہتی کو فروغ دینے اور ملکی سالمیت کے لیے سیاستدانوں اور دانشوران قوم وملت سے تبادلہ کرتے رہتے ہیں اور مختلف سمپوزیم، سیمینار و کانفرنس کے ذریعہ فرقہ واریت کی بیخ کنی میں کوشاں ہیں آئندہ ۹/۱۰/ مارچ ۲۰۱۸ کو رام لیلا میدان میں چونتیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس ہونے والی ہے، اس کا مرکزی عنوان ہے ''قیام امن عالم وتحفظ انسانیت'' جس کے ماتحت اسلام کے پیغام امن کو عام کرنے، دہشت گردی وہجومی تشدد اور داعش وغیرہ کی سنگینی کو جاننے، اسلامی رواداری وفرقہ وارانہ ہم آہنگی اور قومی یکجہتی کی افادیت سے لوگوں کو واقف کرانے، شراب نوشی ومنشیات اور جہیز جیسی سماجی برائیوں کے خاتمہ کے لئے علماء کرام ودانشوران چشم کشا وبصیرت افروز خیالات ومقالات پیش کریں گے۔ اس میں مرکزی حکومت کے وزراء سیاسی، پارٹیوں کے قائدین کے سامنے ملک کے موجودہ سنگین حالات اور چاروں طرف سے مسلمانوں پر ہو رہے ظلم وستم کی دلخراش داستانیں سنائی جائیں گی اور ان کے خاتمہ کے لئے لائحہ عمل پیش کیا جائے گا اور یہ بتایا جائے گا کہ ملک میں امن وامان قائم کرنے کی صرف ایک ہی بنیادی وجہ ہے اور وہ ہے قومی یکتا وفرقہ وارانہ ہم آہنگی، ہندو مسلم مل کر جب تک ان نفرت انگیز سلوکیات کا مقابلہ نہیں کریں گے تب تک کہانی ختم ہونے والی نہیں ہے۔

بلاشبہ قیام امن کے لئے قومی یکجہتی وراشٹریہ یکتا کی جو ضرورت ہے اسے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند محسوس کرتی ہے اور یہ دعوی کرتی ہے کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث جو نعرہ لگائے گی اس کے پیچھے تمام اہل حدیثان ہند لبیک کہتے ہوئے دوڑیں گے اور فرقہ پرستوں کا مقابلہ کرتے ہوئے ملک میں امن قائم کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ ان شاء اللہ

قومی یکجھتی اور اھل حدیث عوام: جس طریقے سے اہل حدیث علماء کرام اور خواص نے ملکی سالمیت اور بقائے باہم کے لیے ہندو مسلم اتحاد واتفاق کو لازمی قرار دیا اور انتشار وافتراق، عصبیت وتنگ نظری اور فرقہ واریت کے خاتمہ کے لئے ہر ممکن وسیلہ اختیار کیا اور اپنی تقریر وتحریر دونوں کو استعمال کر کے ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کیا، اسی طریقے سے اہل حدیث عوام نے بھرپور ان کی موافقت کی اور اپنے علاقے، بلکہ پورے ملک میں پنپنے والے متعصبانہ فکر ونظر اور ظالمانہ وجابرانہ فسطائیت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، ہمیں نہیں لگتا کہ فسادات کی تاریخ میں کبھی اہل حدیث عوام نے امن مخالف نعرہ دیا ہو یا تشدد پسند قوتوں کو تقویت پہنچائی ہو، ہم جس علاقے سے نسبت رکھتے ہیں وہ علاقہ سیمانچل کہلاتا ہے جہاں کٹیہار، پورنیہ، کشن گنج، ارریہ اور سپول اضلاع آباد ہیں یہاں کی اہل حدیث عوام بالکل امن پسند رہی ہے۔ آزادی کے موقع پر جب پورا ملک خاک وخون میں لت پت تھا، ہندو مسلم فساد کی آگ میں پورا ملک جل رہا تھا، تب سیمانچل بالکل شانت وپرسکون تھا، حالانکہ اہل حدیثوں کی کثیر تعداد تقریباً پینتیس لاکھ اس خطے میں آباد ہے لیکن نہ انہوں نے دنگا کیا اور نہ دنگائیوں کا ساتھ دیا اور نہ ہی فساد کا سبب بنے۔

موجودہ وقت میں جبکہ فرقہ پرست طاقتیں اور اس کی ذیلی تنظیمیں قومی یکتا کو بھنگ کرنے کی کوشش کر رہی ہیں، سلفیان سیمانچل بلکہ پورے ملک کی اہل حدیث عوام کی ذمہ داری ہے کہ ان کے ناپاک عزائم کو حکیمانہ ومدبرانہ کوششوں سے ناکام کر دیتے ہیں یہاں تک کہ اگر کوئی مسلم تنظیم فرقہ پرست طاقتوں کے مقابلہ کے نام پر مسلمانوں کو ورغلاتی ہے اور انہیں حکومت کے خلاف برانگیختہ کرتی ہے تو اس کی حماقت وناعاقبت اندیشی سے لوگوں کو دور رہنے کی تلقین کرتی ہے کیونکہ ٹکراؤ کی پالیسی کبھی بھی مسلمانوں کے حق میں سود مند اور مفید نہیں رہی، الغرض اہل حدیث عوام باہمی اتحاد واتفاق، اخوت وبھائی چارہ اور قومی یکجہتی وراشٹریہ یکتا کو قائم کرنے اور اسے فروغ دینے اور اس سلسلے میں حکومت کو تعاون دینے میں پیچھے نہیں ہے بلکہ حکومت تو کیا کسی بھی امن پسند تنظیم وسوسائٹی اور امن پسند لوگوں کو (ہندو ہوں یا مسلمان) تعاون دینے میں پیچھے نہیں رہے گی۔ ان شاء اللہ۔ اہل حدیثوں نے ہمیشہ امن پسند لوگوں کا ساتھ دیا اور ان کی پارٹی وتنظیم میں شامل ہوئے، کانگریس، تحریک ریشمی رومال، مسلم لیگ، جمعیت علماء ہند سب میں شامل رہے اور آج قیام امن کے لئے ہر اس جماعت کا ساتھ دے رہی ہیں جو آئین ہند کی پاسداری کے ساتھ قومی یکتا کی بات کرتی ہے۔

مختصر یہ کہ امن کے قیام، قومی یکجہتی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے فروغ میں علماء اہل حدیث نے پائیدار کام کیا جس کے اولین منادا اور پیلر سر سید احمد خان، مولانا داؤد غزنوی اور مولانا ابوالکلام آزاد تھے۔ اپنے اسلاف کی روش پر گامزن ہوتے ہوئے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے وطن عزیز کے اندر دہشت گردی پھر داعش کے خلاف سب سے پہلے اجتماعی فتوی جاری کیا اور دہشت گردی کے خلاف ملکی، ریاستی، ضلعی اور علاقائی سطحوں پر ہزاروں کانفرنسیں، سیمینار، اجتماعات اور جلسے منعقد کیے اور مساجد میں خطبات جمعہ کا اہتمام ہوا۔ اسی طرح قومی یک جہتی کے قیام کی اہمیت وضرورت پر بھی سب سے پہلے باوقار اجلاس منعقد کیا اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ تعالی اہل حدیثان ہند کی حفاظت فرمائے اور انہیں ملک میں قیام امن کی راہ میں قومی یکجہتی کو فروغ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

خوش نصیبی اطاعت الٰہی پر موقوف

تحریر: شیخ عبدالرزاق عبدالمحسن البدر
ترجمہ: عبدالمنان شکراوی، اہل حدیث منزل، دہلی

سعادت وخوش نصیبی پوری انسانیت کا مقصد حیات ہے۔ ہرشخص اس کی امید کرتا ہے اور اس کے حصول کا متلاشی بھی رہتا ہے۔ اگر کوئی سعادت ونیک بختی کے حصول کے طریقوں کے سلسلے میں لوگوں کے حالات اور ان کے خیالات پر غور کرے گا تو الگ الگ رویے اور مختلف رائے سامنے آئیں گی۔ کچھ لوگ سعادت، عزت وسرداری میں ڈھونڈتے ہیں تو کچھ لوگ مالداری وسرمایہ داری میں تلاش کرتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو لھوولعب، کھیل کود میں سعادت ونیک بختی تلاش کرتے ہیں چاہے وہ حلال طریقوں سے ہو یا حرام طریقوں یعنی منشیات ومخدرات سے وغیرہ وغیرہ۔

ان میں ہرایک سے اگر دریافت کیا جائے کہ کس چیز کی تلاش ہے؟ یا کیا چیز چاہئے؟ تو ہرایک کہے گا: مجھے سعادت ونیک بختی کی تلاش ہے۔ میں آرام چاہتا ہوں۔ میں زندگی کی لذت سے شادکام ہونا چاہتا ہوں۔ مجھے آنکھوں کی ٹھنڈک کی تلاش ہے۔ مجھے دل کا سکون چاہئے۔ میری خواہش ہے کہ رنج وغم اور مصیبت وپریشانی میرے پاس پھٹکنے نہ پائیں۔ لیکن ان سارے مسائل ومشکلات کے جب حل تلاش کئے جائیں گے تو مختلف لوگوں کی مختلف رائیں ہوں گی۔ سب کے جدا جدا خیالات ہوں گے۔ سب کی الگ الگ ڈفلی اور الگ الگ راگ ہوگا۔ بلکہ اکثر لوگ سعادت ونیک بختی ایسے طریقوں سے حاصل کرنا چاہیں گے جو دنیا وآخرت میں شقاوت وبدبختی نیز ہلاکت وبربادی کے راستے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ اس قسم کا رویہ اپنی قبر آپ کھودنے کے مترادف ہے۔

آپ کا اچھا نصیب اللہ کے اختیار میں ہے: وہ مسلمان جسے اللہ تعالیٰ نے بصیرت ومعرفت سے سرفراز فرمایا ہو، وہ بخوبی جانتا ہے کہ اس کا اچھا نصیب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جسے اس کی رضا وخوشنودی کے بغیر حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلاَ یَضِلُّ وَلاَ یَشْقٰی (طٰہ:۱۲۳) ترجمہ: ''جو میری ہدایت کی پیروی کرے نہ تو وہ بہکے گا نہ تکلیف میں پڑے گا'' ضلالت کی نفی، ہدایت کے اثبات کو لازم ہے اسی طرح بدبختی کی نفی، نیک بختی کو لازم ہے۔ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی (طٰہ:۱-۲) ترجمہ: ''ہم یہ قرآن آپ پر اس لیے نہیں اتارا کہ آپ مشقت میں پڑجائیں۔'' یعنی ہم نے اسے آپ کو خوش نصیب بنانے کے لئے نازل کیا ہے۔

خوش نصیبی اللہ کے اختیار میں ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری کے بغیر حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے علاوہ انسان جس طریقے سے بھی نیک بختی وخوش نصیبی کا متلاشی ہوگا اس کے ہاتھ بدبختی، بدنصیبی، تکان، سستی، کاہلی، بدحالی اور بلاوجہ وقت کی بربادی کے سوا کچھ نہیں لگے گا۔

سعادت اللہ کے اختیار میں ہے، وہی معاملات میں آسانی فراہم کرنے والا، شرح صدر سے نوازنے والا، معین ومددگار، سیدھے راستے کی رہنمائی کرنے والا، توفیق سے نوازنے والا ہے۔ ہرشے کی لگام اسی کے ہاتھ میں ہے، وہی دیتا اور روکتا ہے، بلندی وپستی سے ہمکنار کرتا ہے، عزت وذلت دیتا ہے، کشادگی وتنگی دیتا ہے، سیدھے راستے کی رہنمائی اور گمراہی میں مبتلا کرتا ہے، مالداری وکنگالی دیتا ہے اور وہی ہنساتا اور رلاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَکَ وَاَبْکٰی (النجم:۴۳) ترجمہ: ''اور یہ کہ وہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے۔''

ہرچیز اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ جو وہ چاہتا ہے ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (آل عمران:۲۶) ترجمہ: ''آپ کہہ دیجئے اے میرے معبود! اے تمام جہان کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں، بے شک تو ہرچیز پر قادر ہے۔'' ہرکام اللہ کے اختیار میں ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْکُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ (الملک:۱) ترجمہ: ''بہت بابرکت ہے وہ (اللہ) جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے اور وہ ہرچیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔''

خوش نصیبی کا بنیادی اصول: خوش نصیبی کا بنیادی اصول اور محور اس بات پر ایمان لانا ہے کہ اللہ ہی پالنہار، پیدا کرنے والا، روزی دینے والا ہے، حالات کو پھیرنے والا، تدبیر کرنے والا، دینے والا، روکنے والا، تنگی میں مبتلا کرنے والا اور فراخی سے نوازنے والا بھی وہی ہے۔ اس بات پر بھی ایمان رکھنا کہ ہرچیز اللہ کے اختیار میں ہے، قضا وقدر کا معاملہ اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے حکم کو

ٹالنے والاکوئی نہیں۔جو اس نے چاہ لیاوہ ہوکر رہا اورجونہیں چاہا وہ کبھی نہیں ہوا۔ایمان باللہ اوراس کے تقاضوں یعنی طاعات ونیک اعمال کی بنیاد پر خوش نصیبی مل سکتی ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ" فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (النحل:۹۷)ترجمہ:''جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت،لیکن باایمان ہوتو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے،اوران کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور ضرور دیں گے۔''

خوشگوار زندگی: خوشگوارزندگی وہ ہے جس میں تنگدستی نہ ہو،زندگی کو بے کیف بنانے والی چیزیں،تکلیف اوررنج وغم نہ ہو۔یہی ایمان کی زندگی اورفرمانبرداری کی زندگی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ایک مسلمان ہمیشہ خوشگواراورخوش نصیبی کی زندگی جیتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اسے ایمان کے ذریعہ جوعزت بخشی ہے وہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان فراہم کرتی ہے۔اسی لئے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایاہے: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان، سعادت ونیک بختی کی اصل وبنیاد ہے۔''اس پر سعادت کی عمارت کھڑی ہے۔ایمان والے ہی سعادت مند ونیک بخت ہیں چنانچہ جس سے ایمان جداہوجاتا ہے تو سعادت ونیک بختی خود بخود جداہوجاتی ہےاوردنیاوآخرت دونوں میں بدبختی اس کامقدر بن جاتی ہے۔

ایمان ھی لذت وسعادت ھے :لہٰذا یہ جان لینا مناسب ہے کہ ایمان خوشی اورخوش نصیبی کا سامان ہے نیز دنیا میں ایک مسلمان کے لئے پیشگی جنت ہے۔اسی لئے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس مفہوم کوثابت کرتے ہوئے فرمایا:''دنیا کے اندر جنت ہے جودنیا کی جنت میں داخل نہیں ہواوہ آخرت کی جنت میں بھی داخل نہ ہوگا۔''اس سے ان کی مراد ایمان کی جنت،ایمان کی لذت اورایمان کی مٹھاس نیز مومن کوجودل کا سکون واطمینان حاصل ہوتا ہے وہی ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔''آپ فرمایا کرتے تھے:''اے بلال!نماز کے ذریعہ ہمارے لئےسکون واطمینان کا سامان فراہم کرو۔''

حقیقی سعادت وخوش نصیبی: ایمان اوراس کےلوازمات ہی کا نام حقیقی سعادت ہے۔دنیااورآخرت کی سعادت اسی میں مضمر ہے۔اس لئے جو بھی ایمان والا ہوگا اس کے تقاضوں کو پورا کرے گا، اپنے ایمان کے حساب سے سعادت ونیک بختی کاحق دار ہوگا۔ایمان کمزور ہوگا تو خوش نصیبی کمزور پڑجائے گی، اورایمان ختم ہوا تو سعادت کوختم ہونے میں دیرنہیں لگے گی اورانسان بے نصیبا ہوجائے گا۔انسان ،ایمان ہی سے نیک بخت ہوتا ہے،اسی سے اطمینان نصیب ہوتا ہے نیز آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے اور اسی سے شرح صدر ہوتا ہے اورایمان ہی سے راحت وسکون نصیب ہوتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ (الرعد:۲۷۔۲۸)ترجمہ:''جولوگ ایمان لائے ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کوتسلی حاصل ہوتی ہے۔جولوگ ایمان لائے اورجنہوں نے نیک کام بھی کیےان کے لیےخوشحالی ہے اوربہترین ٹھکانا۔''

معلوم ہوا کہ سعادت وخوش نصیبی کا اثبات ونفی ایمان سے مربوط ہے۔جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: **عجبالامر المؤمن ان امره كله خير وليس ذاك لاحد الا للمؤمن ان اصابته سراء شكر فكان خيرا له و ان اصابته ضراء صبر فكان خيرا له** مومن کامعاملہ بھی کتنا عجیب ہے۔اس کے ہرکام میں بھلائی ہی بھلائی ہے۔یہ امتیازاس کے علاوہ کسی اورکوحاصل نہیں ہے،اسے اگر خوشی حاصل ہوتی ہےتو وہ شکراداکرتا ہےاوراس میں اس کے لئے بھلائی ہے۔اسی طرح اگرنقصان وتکلیف پہنچتی ہےتو وہ صبر کرتا ہےتو یہ بھی اس کے لئے باعث خیروبرکت ہوتا ہے۔

بندے کی سعادت کا عنوان: مومن خوشی کےوقت شکرگذار،تکلیف پہنچنے پرصبر وشکیبائی کا پیکراورگناہ کا کام سرزد ہوگیاتو اللہ تعالیٰ سے بخشش کا طلبگار رہتا ہے۔یہ تینوں امور بندے کی سعادت ونیک بختی کا عنوان ہیں۔گناہ سرزد ہوگیا تو استغفارکیا،انعام واکرام سے نوازاگیاتو شکراداکیا اورکسی آزمائش میں مبتلا ہوگیا تو صبر کا دامن تھامے رہا۔علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب''الوابل الصیب''کےشروع میں اس سلسلے میں جو وضاحت کی ہےاس سے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔انہوں نے وضاحت فرمائی ہے کہ مومن بندہ زندگی میں ان تین حالتوں سے خالی نہیں ہوتا:

ا۔جب گناہ کا ارتکاب کرتا ہےتو بخشش طلب کرتا ہے:بندے سے جب گناہ کا ارتکاب ہوجاتا ہےتو وہ اللہ تعالیٰ سے بخشش ومعافی کا طلبگار رہتا ہے۔کیونکہ گناہ کرنے کے بعد ایک مومن کا ایمان اسے توبہ واستغفار کی دعوت دیتا ہے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کوایمان کے نام پرتوبہ کی دعوت دی ہےفرمایا: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا (التحریم:۸)ترجمہ:''اے ایمان والو!تم اللہ کے سامنے سچی خالص توبہ کرو۔''دوسرے مقام پرفرمایا: وَتُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (النور:۳۱)ترجمہ:''اے مسلمانو!تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کروتا کہ تم نجات پاجاؤ۔''

مومن جب گناہ کا ارتکاب کرتا ہےتو فوراًاس کوگناہ کااحساس ہوتا ہےاوراس کا ایمان اسے توبہ واستغفار پرآمادہ کرتا ہے۔اس کا ایمان اسے بتاتا ہے کہ اس کا ایک

پالنہار ہے جو توبہ قبول کرتا ہے، گناہوں کو بخشتا اور نافرمانیوں سے درگذر فرماتا ہے۔ گناہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو،غفور رحیم کے لئے اسے معاف کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (الزمر:۵۳) ترجمہ: ''کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو جاؤ، بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے۔''

بندے کا ایمان اسے گناہوں کی معافی مانگنے اور اللہ سے لولگانے کی دعوت دیتا ہے۔اگر بندہ نافرمان اور ہٹ دھرم ہوتا ہے تو نفسانی خواہشات پوری کرنے میں لذت محسوس کرتا ہے اس کے برعکس جو حقیقی مومن ہوتا ہے اور رحمٰن کو حاضر وناظر سمجھتا ہے تو اسے اطاعت وفرماں برداری اور احکام الٰہی کی بجا آوری میں ایسی لذت محسوس ہوتی ہے کہ اس کے برابر کوئی اور لذت ہو ہی نہیں سکتی۔ چنانچہ اسے سعادت ونیک بختی اور خوش نصیبی ملتی ہے جس سے نافرمان لوگ محروم رہتے ہیں اور نافرمانیوں سیاہ کاریوں کی لذت ولطف میں مگن رہتے ہیں جو جلد ختم ہونے والی ہے اور بالآخر انہیں یقینی طور پر حسرت وندامت کا سامنا کرنا پڑے گا اوران کے نتائج کبھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔

۲۔مومن جب انعام واکرام سے نوازا جاتا ہے تو شکر ادا کرتا ہے: بندۂ مومن پر جب اللہ تعالیٰ کا انعام واکرام ہوتا ہے تو وہ شکر وشکیبائی کا پیکر بن جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی بندوں پر بے شمار نعمتیں ہیں۔بدن میں ،مال میں،اولاد میں، گھر بار میں الغرض تمام امور میں نعمتیں ہی نعمتیں ہیں۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (ابراہیم:۳۴) ترجمہ: ''اگر تم اللہ کے احسان گننا چاہو تو انہیں پورے گن بھی نہیں سکتے۔''

اللہ کی تعریف کرنا، اس کی نعمتوں کی شکر گزاری کرنا اور اس کے فضل واحسان پر اس کا شکر یہ ادا کرنا یہ سب چیزیں باعث سعادت ونیک بختی ہیں۔بندہ شکر ادا کر کے خوش نصیب بن جاتا ہے۔اسی طرح شکر گزاری اللہ کی نعمتوں میں مزید اضافے اور پائیداری کا بھی سبب بنتی ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم:۷) ترجمہ: ''اور جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر گزاری کرو گے تو بیشک میں تمہیں زیادہ دوں گا۔'' شکر گزار مومن شکر ادا کرنے ،اللہ کی تعریف میں رطب اللسان رہنے اور رب العلمین کی نعمت کے اعتراف میں عجیب قسم کی لذت محسوس کرتا ہے۔جس سے اسے سکون واطمینان نصیب ہوتا ہے اور آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے۔

۳۔جب مبتلائے مصیبت ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے: تیسری چیز مصیبت میں صبر کا دامن تھامنا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ (التغابن:۱۱) ترجمہ: ''کوئی مصیبت اللہ کی مرضی کے بغیر نہیں پہنچ سکتی، جو اللہ پر ایمان لائے گا اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے۔

حضرت علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جس شخص کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے اور اس کا اس بات پر ایمان ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے تو وہ راضی برضائے الٰہی رہتا ہے اور سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔'' اور اس طرح مومن نعمتوں سے نوازے جانے پر شکر گزاروں کا ثواب حاصل کر لیتا ہے اور مبتلائے مصیبت ہوتا ہے تو صبر کرنے والوں کے زمرے میں شامل ہو کر ثواب کا مستحق بن جاتا ہے۔وہ ہر حال میں بھلائی کا مستحق قرار پاتا ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''مومن کا ہر کام بھلائی کا پیش خیمہ ہے۔'' اس سلسلے میں جب ایک مومن ومسلمان غور وفکر کرے گا تو ایمان کی قیمت اور سعادت ونیک بختی کے حصول میں اس کے عظیم مرتبے سے واقف ہو جائے گا۔

حاصل کلام یہ کہ ایمان مومن کا خوشی وناخوشی ،فرماں برداری ونافرمانی، مصیبت ونعمت ہر حال میں ملجا وماویٰ بنتا ہے اور اسی سے دنیا وآخرت میں سعادت وخوش نصیبی حاصل ہوتی ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ (الانفطار:۱۲) ترجمہ: ''یقیناً نیک لوگ بڑی نعمتوں میں ہوں گے۔''

اہل علم کی رائے کے مطابق نعمتیں تینوں ادوار یعنی دنیا، برزخ اور بروز قیامت نیکوکاروں کو حاصل ہوں گی۔اس کے برعکس فرمان باری تعالیٰ: وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ (الانفطار:۱۴) ترجمہ: ''اور یقیناً بدکار لوگ جہنم میں ہوں گے۔'' کے مطابق نافرمان بھی تینوں ادوار یعنی دنیا، برزخ اور بروز قیامت جہنم کی بدبختی سے دوچار ہوں گے۔

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

کتاب الآداب

مؤلف: فؤاد بن عبدالعزیز الشلھوب

مترجم: محمد نعیم محمد شفیع سلفی

تقدیم

مولانا اصغر علی امام مھدی سلفی

صفحات:665 قیمت:-/300

طالبان علوم نبویہ سے متعلق - ایک نورانی وصیت

خورشید عالم مدنی

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”سيأتيكم أقوام يطلبون العلم، فاذا رأيتموهم، فقولوا لهم: مرحبا مرحبا بوصية رسول الله ﷺ، واقنوهم“ (ابن ماجہ رقم: ۲۴۷)

یعنی عنقریب تمہارے پاس قومیں علم حاصل کرنے آئیں گی جب تم ان کو دیکھو تو کہو رسول اللہ ﷺ کی وصیت مبارک ہو مبارک ہو اور انہیں علم سکھلاؤ۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابو ہارون عبدی بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ جب ابوسعید خدری کے پاس جاتے تو وہ ہمیں رسول اللہ کی وصیت کی وجہ سے مرحبا کہتے اور یہ بیان کرتے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ” ان الناس لكم تبع، وانهم سيأتونكم من اقطار الأرض يتفقهون في الدين، فاذا جاؤكم فاستوصوا بهم خيرا“ (یعنی لوگ تمہاری اقتداء کریں گے اور وہ روئے زمین کے ہر گوشے سے تفقہ فی الدین کے لیے تمہارے پاس آئیں گے، جب وہ آئیں تو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی میری وصیت قبول کرلو۔

مذکورہ بالا حدیثوں سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ طالبان علوم کی تکریم کرتے تھے اور صحابہ کرام کو بھی ان کی تعظیم وتوقیر کی تاکید فرماتے تھے اور صحابہ کرام نے اس وصیت نبوی پر عمل کرتے ہوئے طلبہ کی پوری عزت افزائی کیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں ان احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے یہ پیشین گوئی فرمائی ہے کہ دنیا کے ہر کونے سے شیدائیان علوم نبویہ سفر کرکے علماء مدینہ کے پاس آئیں گے اس لیے اہل مدینہ ان کی تکریم کریں اور علماء مدینہ ان کو علم سے آراستہ کریں۔

ان احادیث کی توضیح وتشریح سے قبل بطور تمہید یہ عرض ہے کہ اسلام دین علم ہے اس کی پہلی ہی وحی میں حصولِ علم کا حکم دیا گیا ہے اور حفاظت علم، اشاعت علم کے وسائل وذرائع بیان کردئے گئے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ نے علم کی اہمیت واضح کرنے کے لیے قرآن کریم میں قلم کی قسم کھائی ہے اور اس کی ایک سورہ کا نام ہی سورۃ القلم رکھا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس جب جنگ بدر کے قیدی گرفتار کرکے لائے گئے تو ان میں جو فدیہ دینے کی طاقت رکھتے تھے ان کو فدیہ لے کر رہا کردیا اور جو مستطیع نہیں تھے ان کا فدیہ یہ مقرر کیا کہ وہ دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھادیں، اشاعتِ علم کا یہ انداز ایسا ہے جس کی نظیر دنیا کی تاریخ نہیں پیش کرسکتی، رہا حصولِ علم کے لیے سفر کرنا تو اس کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ قرآن کریم نے سورۂ کہف میں موسیٰ علیہ السلام کے علمی سفر کا قصہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث کی تثبیت اور تاکید کے لیے مصر کا سفر کیا اور جب وہاں عقبہ بن عامر سے ملاقات ہوئی تو کہا کہ ستر مومن سے متعلق میں نے اور آپ نے ایک حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی اب اس حدیث کا جاننے والا میرے اور آپ کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا اس لیے ایک بار پھر مجھے وہ حدیث سنا دیجئے اور جب انہوں نے وہ حدیث سنادی تو سنتے ہی مدینہ لوٹ گئے۔

حضرت جابر بن عبداللہ نے مدینہ سے شام کا سفر کیا اور جب ان کی ملاقات عبداللہ بن انیس سے ہوئی تو کہا ”حديث بلغني أنك سمعته من رسول الله ﷺ في المظالم لم أسمعه، فخشيت ان اموت أو تموت قبل ان اسمعه“ مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے ظلم سے متعلق ایک حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے جو مجھے معلوم نہیں ہے یہ سن کر میں ڈر گیا کہ ایسا نہ ہو کہ اس حدیث کو سننے سے قبل میں انتقال کر جاؤں یا آپ دنیا سے رخصت ہو جائیں۔

ائمہ کرام میں امام شافعی رحمہ اللہ عراق، مدینہ اور مصر جیسے مختلف ممالک کا سفر کیا، امام احمد سے متعلق عبداللہ بن مبارک بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے پہلے یمن کا سفر کیا اس کے بعد مصر، شام، بصرہ، اور کوفہ بھی تشریف لے گئے۔ محمد بن حسن شیبانی نے مدینہ جا کر امام مالک سے موطا پڑھی۔

لیکن ان تمام ممالک میں مدینہ کی حیثیت پاور ہاؤس کی تھی جہاں سے پوری دنیا میں علم کی روشنی پھیلتی تھی۔ عالم اسلام کے مدارس کے بانیان اسی مدینہ کے باسی اور فیض یافتہ تھے۔ یہی وہ شہر ہے جہاں سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام نے ہجرت کیا، جہاں سے نور وہدایت اور ایمان کی کرنیں نمودار ہوئیں اور نزولِ قرآن سے لوگوں کے قلوب جگمگا اٹھے اور حدیث نبوی کے مطابق ہر دور اور زمانے میں علم کے جویا اور متلاشی مدینہ کا رخ کریں گے اور اپنی علمی پیاس بجھائیں گے اور یہ شہر پوری دنیا کے لوگوں کا مرکز اور علم کا منبع ہوگا۔ اگرچہ بعض صحابہ کرام وتابعین نے طلب علم کے لیے دوسرے ممالک کا بھی رخ کیا ہے لیکن مدینہ کو جو امتیازی خصوصیت حاصل ہے وہ دوسرے شہروں کو نہیں، اکتساب علم کے لیے رحلات واسفار کی تاریخ اگر مرتب کی جائے تو آپ دیکھیں گے کہ وہ سارے نفوس قدسیہ جنہوں نے دوسرے مقامات پر علم کی قندیلیں روشن کیں وہ سب کے سب ابتداء میں گلشن مدینہ کے طیور

خوش نوا تھے۔اسی مقدس شہر میں وہ زیورِ علم سے آراستہ ہوئے خواہ وہ صحابی رسول ہوں یا تابعین اور تبع تابعین ہوں۔ مدینہ میں حصولِ علم کے بعد وہ دوسرے شہروں اور ملکوں میں پھیل گئے جیسے حضرت عمر کی خلافت میں عبداللہ بن عباس مکہ گئے تاکہ لوگوں کو حج کے طریقے اور دینی تعلیمات سکھلائیں، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت علی رضی اللہ عنہ عراق تشریف لے گئے جن سے اہل عراق نے علم حاصل کیا اور وہاں مدرسہ ابن مسعود کی بنیاد رکھی۔ حضرت معاذ بن جبل، زید بن حارثہ، عبادۃ اور ابودرداء نے شام کا سفر کیا، حضرت ابوموسیٰ اشعری اور انس بن مالک نے بصرہ کو اور عمرو بن عاص نے مصر کو اپنا جائے قرار بنایا اور قرآن سکھلانے اور اس کے ابدی وآفاقی پیغامات کو عام کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی یہ پیشین گوئی کہ ''روئے زمین کے گوشے گوشے سے سفر کرکے علم دین حاصل کرنے مدینہ آئیں گے'' اور یہ حدیث کہ ''عنقریب لوگ ما حصول علم کے لیے اونٹ پر سوار ہوکر آئیں گے تو مدینہ کے عالم سے بڑا کوئی عالم نہیں پائیں گے۔ (مسند احمد، نسائی) حرف بحرف پوری ہوئی، تمام ائمہ مذاہب نے مدینہ کے علماء سے اکتساب فیض کیا۔

یہ امام مالک ہیں جنہوں نے علماء مدینہ سے اتنے علوم حاصل کئے کہ امامت کے منصب پر فائز ہوگئے۔ امام ابوحنیفہ (بقول سیوطی) نے مدینہ کا سفر کیا۔ امام محمد نے امام مالک سے موطا لیا اور ان کی موطا محمد بن حسن مشہور ومعروف ہے۔ اسی طرح امام ابویوسف خلیفہ ہارون رشید کے ہمراہ مدینہ آئے اور امام مالک کے درس میں شریک ہوئے، جن کا قصہ مقدار صاع سے متعلق مشہور ہے کہ وہ پہلے صاع کے آٹھ رطل ہونے کے قائل تھے لیکن امام مالک کی ملاقات اور صاع مدنی دیکھ کر اپنے قول سے رجوع کرگئے اور پانچ رطل ایک ثلث کے قائل ہوگئے۔

یہ امام شافعی ہیں جنہوں نے مدینہ کا سفر کیا اور امام مالک سے موطا پڑھی۔ امام احمد بن حنبل اپنے متعلق بیان کرتے ہیں کہ میں نے موطا مالک چودہ مرتبہ پڑھی آخری مرتبہ امام شافعی سے پڑھی۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث رسول ''مدینہ کے عالم سے بڑا کوئی عالم نہ ہوگا'' سے مراد بقول سفیان بن عیینہ امام مالک رحمہ اللہ ہیں۔ ان کے بعد بھی محدثین کرام وغیرہ حدیث کی سماع اور تدوین کے لیے مدینۃ الرسول کا سفر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب خلافت شام اور عراق منتقل ہوگئی۔ میدان تعلیم وسیع ہوگیا اور مختلف علوم وفنون کے دریچے کھل گئے پھر بھی حصول علم کے لیے سفر مدینہ کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا۔ یہ عمر بن عبدالعزیز ہیں جن کے متعلق حافظ ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد عبدالعزیز بن مروان نے ان کو اشعار اور گھوڑسواری سیکھنے کے لیے بادیہ کی طرف بھیجنا چاہا تو انہوں نے عرض کیا کہ مجھے اس سے بہتر جگہ کیوں نہیں بھیجتے؟ آپ مجھے مدینہ بھیج دیں وہاں میں فقہ وحدیث اور ادب سیکھوں گا چنانچہ والد گرامی نے ان کو مدینہ بھیجا اور صالح بن کیسان کو لکھا کہ آپ ان کی پوری نگرانی کریں چنانچہ ایک دن نماز میں پیچھے ہوگئے استاد نے تاخیر کی وجہ دریافت کی تو کہا کہ میں کنگھی سے اپنے بال درست کرنے لگا اس لیے تاخیر ہوگئی فوراً صالح بن کیسان نے ان کے والد کے پاس شکایت کردی شکایت ملتے ہی انہوں نے اپنا نمائندہ بھیج کر ان کا بال مونڈ وادیا۔

یہ امام بخاری رحمہ اللہ ہیں جو بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی کتاب (بخاری) کی تبویب روضہ میں بیٹھ کر کی اور مدینہ میں چاندنی کی روشنی میں تاریخ کبیر لکھی۔

یہ امام واقدی اور ابن اسحاق جو سیرت اور مغازی کے سب سے بڑے عالم ہیں یہ دونوں مدینہ میں تھے ساتویں صدی ہجری کے امام حدیث ابوزرعہ ہیں جو عرصہ دراز تک مسجد نبوی میں امامت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور جب ہم بارہویں صدی ہجری کی طویل تاریخ کے صفحات پلٹتے ہیں تو امام ومجدد شیخ محمد بن عبدالوہابؒ جیسی عظیم شخصیت پر نظر پڑتی ہے جو حج کرنے مدینہ پہنچے اور حرمین کے علماء اور ان کے کثرت علم کو دیکھا پھر جب اپنے شہر عیینہ واپس ہوئے اور اپنے شہر کے محدود علم اور علماء حرمین کی کثرت اور وسعت علوم وفنون کا موازنہ کیا تو دوسری مرتبہ پھر حج کرنے آئے اور مدینہ میں قیام کرکے یہاں کے علماء سے بہت سارے علوم حاصل کئے۔ مسجد نبوی کے درس میں شریک ہوئے اور عبداللہ بن سیف اور محمد حیات سندھی جیسے اجلاء مشائخ کرام سے بہت استفادہ کیا، شیخ ابن سیف جو امام ابن تیمیہؒ کے بڑے مداح اور معتقد تھے، نے فقہ وحدیث پڑھائی اور امام موصوف کی کتابیں پڑھنے کی ترغیب دی۔ اور شیخ امام حیات سندھی جو حدیث اور علوم حدیث میں اتھاریٹی رکھتے تھے اور مشہور تالیفات کے مؤلف تھے جن کی تربیت سے ایسے دعاۃ پیدا ہوئے جن سے امت کو بڑا فائدہ پہنچا ان سے بھرپور استفادہ کیا۔

حصول علم کے بعد جب شیخ اپنے شہر واپس ہوئے تو پوری حکمت وپامردی سے اصلاح امت کا آغاز کیا اور اللہ تعالیٰ نے شیخ کی کوششوں میں اتنی برکت عطا کی جو دوسرے داعیان اسلام کو نصیب نہیں ہوئی۔ شیخ کے علم وحکمت کی تلوار اور امام سعود کے لوہے کی تلوار نے مل کر صرف جزیرہ عرب پر نہیں بلکہ عالم اسلام کی فضاؤں پر پرچم اسلام کو بلند کردیا۔ سچ فرمایا رب العالمین نے ''لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ'' (الحدید: ۲۵)

اللہ تعالیٰ نے کتاب اور میزان کو ہدایت اور عدالت کے لیے اور لوہا (حدید) کو نصرت وحمایت کے لیے اُتارا ہے سفر مدینہ نے امام موصوف کی زندگی میں ایسی نکھار پیدا کردی کہ ان کی پیہم کوششوں سے جزیرہ عرب میں ایمان کی بہاریں آگئیں۔ بدعات ومنکرات کا قلع قمع ہوگیا اور انوار رسالت سے عالم اسلام بقعۂ نور

بن گیا۔ جہاں تک مدینہ سے اکتساب نور کا سوال ہے تو ذرا بتائیں کہ وہ کون سا چشمہ ہے جس کا پانی چشمہ نبوی سے زیادہ شیریں ہے؟ وہ کون سا ساحل ہے جہاں مدینہ سے زیادہ لوگ اترنے کے لیے مچلتے ہوں؟ وہ کون سا مدرسہ ہے جہاں کی تعلیم مسجد رسول ﷺ سے زیادہ باعث خیر و برکت اور معیاری ہے؟ یہ وہ درسگاہ ہے جہاں جبریل امین معلم اور متعلم بن کر آتے ہیں جیسا کہ حدیث جبرئیل میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "هذا جبريل أتاكم ليعلمكم أمر دينكم" یہ جبرئیل ہیں جو متعلم کی صورت میں معلم بن کر آئے تھے۔

اور جس وقت ایک طالب علم مسجد رسول میں صبح و شام کے لمحات بسر کرتا ہے تو اس کے تحت الشعور یہ بات جاگزیں ہوتی ہے کہ یہ تو وہ جگہ ہے جہاں رسول اللہ چلتے پھرتے تھے، جہاں جبریل امین کی آمد ہوتی تھی جس میں خلفاء راشدین، تابعین و دیگر ہستیاں رہا کرتی تھیں۔ اس طرح وہ ماضی کی خوشگوار یادوں میں کھو جاتا ہے۔ پھر جب وہ پڑھتا یا سنتا ہے کہ "قال رسول الله ﷺ" تو اس کے ذہن کے پردے پر ایسی بابرکت و روح پرور مجالس کی تصویریں ابھرتی ہیں جو صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا ہے۔ حلقہ بنائے امام کائنات کے سامنے اس طرح بیٹھے ہیں گویا ان کے سروں پر چڑیا ہے۔ اور اپنے رسول کی زبان مبارک سے نکلے کلمات کو غور سے سن رہے ہیں۔ اس تصور سے اس کے جذبات پاکیزہ ہو جاتے ہیں اور وہ قلبی سکون محسوس کرنے لگتا ہے۔

اسی مدینہ میں وہ یونیورسٹی بھی ہے جو اپنی علمی و نورانی کرنیں بکھیر رہی ہے اس یونیورسٹی کے فیوض و برکات محاسن و تعلیمی نشاطات پر غور کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث "سيأتيكم اقوام الحديث اس جامعہ پر بہت حد تک صادق آرہی ہے اس لیے کہ یہ جامعہ اپنی یوم تاسیس ہی سے دنیا کے بیشتر ممالک کے سیکڑوں طالبان علوم کا استقبال کرنے اور انہیں علم سے مزین کرنے کا اہتمام کر رہی ہے جہاں مختلف رنگ و نسل کے تشنگان علوم اپنی علمی پیاس بجھانے شوق و محبت کے جذبات سے لبریز پرواز کر کے پہنچ رہے ہیں اس جامعہ کو یہ خصوصیت اور انفرادی حیثیت حاصل ہے کہ یہاں دنیا کے جتنے ممالک کے طلبہ زیر تعلیم ہیں اتنے ممالک کے طلبہ اس ملک کی دوسری جامعات میں نہیں ہیں اور بحمد اللہ ذمہ داران جامعہ ان تمام طلبہ کی تعلیمی ضروریات اور تقاضوں کی تکمیل بطریق احسن کر رہے ہیں تا کہ وہ پوری یکسوئی، لگن اور تندہی کے ساتھ اس چشمۂ نبوت سے سیراب ہو جائیں اور جب وہ اپنے ملک واپس ہوں تو ان کی زبانیں حمد و شکر سے تر ہوں اور خیر و ہدایت کے داعی بن کر اپنی زندگی گزاریں۔ ☆☆

مسلمہ حکومت تلنگانہ

ا۔**جامعة المفلحات** کوته پیٹ، بارکس، حیدر آباد، لڑکیوں کی دینی و عصری، اقامتی و غیر اقامتی معیاری درسگاہ، اردو/عربی میڈیم

شعبہ جات: (1) حفظ و ناظرہ (2) .L.K.G تا X مع متوسطہ و عالمیت (3) مختصر عالمیت (تین سالہ) دسویں پاس/فیل طالبات کے لئے (4) فضیلت (دو سالہ) داخلہ، تعلیم، قیام و طعام مفت (5) تدریب المعلمات والداعیات والمفتیات (ایک سالہ) برائے فاضلات، تعلیم، قیام و طعام مفت، ماہانہ اسکالرشپ

نوٹ: طالبات جامعہ سند عالمیت سے اردو یونیورسٹی حیدر آباد کے .B.A میں اور سند فضیلت سے .M.A میں براہ راست داخلہ کے مجاز ہیں۔

فون نمبرات: 9963635354/8008492052/9346823387/7416536037

مسلمہ حکومت تلنگانہ

(2) **جامعة المفلحات** کوته پیٹ، بارکس، حیدر آباد، لڑکیوں کی عصری اسلامی، اقامتی و غیر اقامتی معیاری درسگاہ، انگلش میڈیم

شعبہ جات: .L.K.G تا x **مع اسلامک اسٹڈیز** فون نمبرات: 8074001169/9177550406

(3) **جامعة الفلاح** شریف نگر، حیدر آباد لڑکیوں کی دینی و عصری، اقامتی و غیر اقامتی معیاری درسگاہ، اردو/عربی میڈیم

شعبہ جات: (1) حفظ و ناظرہ مع انگلش، سائنس، تلگو و حساب (2) مختصر عالمیت (تین سالہ) مع کمپیوٹر کورس برائے SSC طلبہ

(3) فضیلت (دو سالہ) تعلیم قیام و طعام مفت، مع ماہانہ اسکالرشپ

نوٹ: طلبہ جامعہ سند عالمیت سے مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدر آباد کے B.A میں براہ راست داخلہ کے مجاز ہیں۔ فون نمبر: 9133428476/9502089170

مسلمہ حکومت تلنگانہ

(4) **فلاح انٹرنیشنل اسکول** شریف نگر، حیدر آباد، لڑکوں کی عصری و اسلامی، اقامتی و غیر اقامتی معیاری درسگاہ، انگلش میڈیم

شعبہ جات: Nursery تا x **مع حفظ یا عالمیت** فون نمبر: 9505872810/9133428476

مسلمہ حکومت تلنگانہ

(5) **مرکز الأيتام** کوته پیٹ، بارکس، حیدر آباد یتیم لڑکے اور لڑکیوں کے لئے اسکول و ہاسٹل۔ انگلش میڈیم۔ جن لڑکے و لڑکیوں کی عمر 10 سال سے کم ہو اور والد یا والدہ کا انتقال ہو گیا ہو ان کے لئے تعلیم، قیام و طعام، کتب اور یونیفارم کے ساتھ طبی سہولیات کا مکمل انتظام ہے، جس میں سال بھر داخلے جاری ہیں۔

شعبہ جات (1) **حفظ و ناظرہ** (2) .L.K.G تا x **مع دینیات** فون نمبرات: 9000002154/8008492052

المعلن: شریف محمد بن غالب الیمانی الاشراف، رئیس الجامعات

موت اور میت سے متعلق اہم احکام ومسائل

اسعد اعظمی رجامعہ سلفیہ بنارس

موت ایک اٹل حقیقت ہے جس کا کوئی بھی انسان انکار نہیں کرسکتا۔ جو شخص بھی اس دنیا کے اندر آتا ہے اسے دیر سویر یہاں سے واپس جانا ہے اور اس دنیائے فانی کو ہمیشہ کے لیے الوداع کہنا ہے۔ دنیا کی زندگی وقتی اور عارضی ہے جب کہ آخرت کی زندگی مستقل اور دائمی ہوگی۔ لہٰذا ایک مسلمان کو چاہئے کہ دنیا اور زندگی کی بے ثباتی کو ہمیشہ ذہن میں رکھے اور دنیاوی زندگی کو اخروی زندگی کی تیاری کا ایک موقع تصور کرے۔

موت کا سامنا کیسے کیا جائے، کسی بھی قریب الموت مسلمان کے لیے شریعت کی کیا ہدایات ہیں، اور جو لوگ اس کے اردگرد ہوں ان کی کیا ذمہ داریاں ہیں۔ پھر موت واقع ہونے کے بعد کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں کرنا چاہئے؟ ان ساری باتوں کی وضاحت شریعت میں موجود ہے جن سے ایک مسلمان کو واقف ہونا چاہئے۔ ان ہی امور کا یہاں مختصراً تذکرہ کیا جارہا ہے۔

۱- موت کی تمنا سے ممانعت: انسان سخت سے سخت مصیبت میں یا بیماری میں ہو مگر اسے موت کی دعا یا آرزو نہیں کرنا چاہئے، کیوں کہ کسی کو مستقبل کے بارے میں معلوم نہیں، بلکہ ایک مسلمان کو خیر کی امید رکھنی چاہئے اور بہتر مستقبل کی توقع کرنی چاہئے۔ عافیت کے ساتھ زندگی طویل ہوگی تو نیک اعمال کا سلسلہ بھی طویل ہوگا۔ توبہ واستغفار کے مواقع زیادہ ملیں گے اور ان سب سے اخروی زندگی بہتر ہوگی جو دائمی ہوگی اور اصل زندگی ہے۔

صحابی رسول ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے، کیوں کہ وہ یا تو نیکوکار ہوگا تو نیکی میں اضافہ کرے گا، اور اگر خطاکار ہوگا تو توبہ واستغفار سے اللہ کو راضی کرے گا'' (بخاری)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی دوسری روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے اور نہ موت آنے سے پہلے اس کی دعا کرے، کیوں کہ موت سے اس کے لیے خیر کی امید ختم ہوجائے گی۔ مومن کی زندگی اس کے لیے خیر میں اضافہ کرتی ہے''۔ (مسلم)

البتہ اگر کوئی شخص مصر ہو اور موت کی دعا کرنا ہی چاہتا ہو تو براہ راست موت کی دعا نہ کرے بلکہ ایسے شخص کے لیے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کا طریقہ اور الفاظ متعین فرمادیا ہے۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص مصیبت یا تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے، اگر ایسا کرنا ضروری سمجھتا ہو تو یوں کہے: ''**اللھم احيني ماكانت الحياة خير الى، وتوفني اذا كانت الوفاة خير الى**'' (بخاری ومسلم)

(اے اللہ مجھ کو زندہ رکھ جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہو اور مجھ کو وفات دے جب میرے لیے وفات بہتر ہو)

موت کی تمنا یا دعا اس صورت میں درست ہے جب دین وایمان کی سلامتی خطرے میں پڑنے کا اندیشہ ہو یا فتنہ میں مبتلا ہونے کا خوف ہو۔ جیسا کہ ترمذی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

۲- اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن: موت کا وقت قریب دیکھ کر انسان کو جزع وفزع نہیں کرنا چاہئے اور نہ مایوس اور بددل ہونا چاہئے۔ بلکہ اسے اللہ تعالیٰ سے اچھی امید رکھنی چاہئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عفو ومغفرت کی توقع کرنی چاہئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی موت سے تین دن قبل سنا کہ فرمارہے ہیں: ''**لا يموتن احدكم الا وهو يحسن الظن بالله**'' (مسلم) ''تم میں سے کوئی شخص نہ وفات پائے مگر اس حال میں کہ وہ اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو''۔

۳- وصیت: ہر انسان کی اپنی کچھ خواہشات اور ترجیحات ہوا کرتی ہیں جن پر وہ قائم رہتا ہے اور اپنے بال بچوں کو بھی ان کا پابند دیکھنا چاہتا ہے۔ اگر ان کا تعلق دینی فرائض وواجبات اور مستحبات سے یا جائز دنیاوی امور سے ہو تو اسے بال بچوں کو وقتاً فوقتاً ان کی تلقین کرتے رہنا چاہئے اور ساتھ ہی ان کو تحریری شکل میں لکھ کر یا لکھوا کر محفوظ بھی کردینا چاہئے۔ اسی طرح لین دین کی تفصیلات کو بھی درج کردینا چاہئے۔ اس کے ذمہ کسی کا قرض ہو یا کسی کے پاس اس کا قرض یا امانت وغیرہ ہو، اپنے مال وجائداد میں سے جائز حدود کے اندر کسی کے لیے کچھ وصیت کرنا چاہتا ہو تو ان چیزوں کو وصیت نامہ میں بلاتاخیر درج کردینا ضروری ہے اس لیے کہ نہ معلوم کب زندگی کی کا رشتہ ٹوٹ جائے اور وہ سارے منصوبے اور خواہشات اپنے سینے میں لیے دنیا سے رخصت ہوجائے۔

قرآن کریم میں سورہ بقرہ کی آیت نمبر (۱۸۰) سورہ نساء کی آیت نمبر (۱۱) سورہ مائدہ کی آیت نمبر (۱۰۶) میں وصیت کا تذکرہ آیا ہے۔ احادیث شریفہ میں بھی اس کا تاکیدی حکم وارد ہوا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کوئی مسلمان جس کے پاس کچھ ہو جس کے بارے میں وصیت کرنا چاہتا ہو اس کے لیے درست نہیں کہ دو رات گزارے مگر اس حال میں کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی موجود ہو‘‘ (بخاری مسلم)

راوی حدیث صحابی رسول ابن عمر فرماتے ہیں کہ جب میں نے اللہ کے رسول کی یہ حدیث سنی تو اس کے بعد ایک رات بھی نہیں گزاری مگر میری وصیت میرے پاس موجود ہے۔

افسوس کہ آج اس سلسلے میں بہت سستی برتی جاتی ہے۔ واضح اور تحریری وصیت موجود نہ رہنے سے بسا اوقات ورثہ اور پسماندگان میں بڑا نزاع پیدا ہوتا ہے۔ بعض لوگ زبانی وصیتوں کا دعویٰ کرتے ہیں جس کی تصدیق یا تکذیب مشکل ہوتی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نصیحت پر عمل کیا جائے تو اس طرح کے بہت سارے مسائل پیدا ہی نہ ہوں اور اتفاق واتحاد کا ماحول قائم رہے۔

۴-ادعیہ واذکار اور لا الہ الا اللہ کا ورد: مریض کو چاہئے کہ موت کو یاد کرے، جس قدر ممکن ہو نیک اعمال کرے، کثرت سے ذکر واذکار کرے، فرائض ونوافل کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے، اپنے گناہوں پر نادم ہو اور اللہ کے سامنے توبہ واستغفار کرے، اور دوبارہ گناہ نہ کرنے کا عزم اور پختہ ارادہ کرے۔

قریب الموت شخص کے پاس والوں کی ذمہ داری: ذمہ داریوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

۱- لا الہ الا اللہ کی تلقین: جو لوگ مریض کے پاس موجود ہوں اور انہیں یہ اندازہ ہو کہ اب شاید اس کا آخری وقت آگیا ہے انہیں چاہئے کہ ایسے شخص کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کریں۔

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اپنے مردوں (قریب الموت لوگوں) کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو‘‘۔ (مسلم)

تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ کلمہ اس کے سامنے پڑھا جائے، اور دہرایا جائے تا کہ وہ اسے سنے، سمجھے اور اس کی ادائیگی کرے، مسند احمد کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ قریب الموت شخص کو لا الہ الا اللہ کہنے کے لیے کہا جائے گا۔ صرف اسے اس کے سامنے پڑھنے اور سنانے پر اکتفا نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کی عیادت کے لیے گئے۔ آپ نے کہا کہ اے ماموں! لا الہ الا اللہ کہیے۔ انہوں نے کہا کہ ماموں یا چچا؟ آپ نے کہا کہ ماموں، اس آدمی نے کہا کہ کیا میرے لیے اسی میں خیر ہے کہ میں لا الہ الا اللہ کہوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ (مسند احمد: ۱۵۲/۳، ۱۵۴، ۲۶۸) باسناد صحیح علی شرط مسلم (کتاب الجنائز للالبانی، ص۲۰)

لا الہ الا اللہ کی تلقین کی ضرورت اس وقت ہوگی جب مریض خود سے اسے نہ کہہ رہا ہو، کیوں کہ اگر وہ از خود لا الہ الا اللہ کی ادائیگی کر رہا ہے تو تلقین کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ (فقہ السنۃ: ۳۲۱/۱)

قریب الموت شخص کے پاس بیٹھ کر لا الہ الا اللہ باآواز بلند کہیں کہ وہ سنے اور یہ کلمہ اسے یاد آجائے اور اس کو کہے، مگر ٹھہر ٹھہر کر اطمینان کے ساتھ کہیں، لگاتار دیر تک نہ کہتے رہیں، اور نہ چلا کر شور وغل کے ساتھ کہیں، کیوں کہ مریض پر جانکنی کا وقت نہایت نازک ہوتا ہے، ایسا نہ ہو کہ آزردہ خاطر ہو کر کہیں زبان سے کوئی نا ملائم بات نکالے یا اس کے دل کو اس سے نفرت ہو۔ اسی طرح مریض جب ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ لے تو پھر تلقین کی ضرورت نہیں، ہاں اس کے بعد کوئی دوسری بات بولے تو پھر تلقین کرنا چاہئے کہ وہ اس کلمہ کو پھر کہے اور اس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو۔ (کتاب الجنائز، از مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری، ص: ۹-۱۰)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جس بندہ نے لا الہ الا اللہ کہا پھر اسی پر مر گیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا‘‘۔ (مسلم) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جس شخص کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا‘‘۔ (احمد، ابوداؤد، حاکم، صحیح الجامع)

نوٹ: قریب الموت انسان کے پاس سورہ یٰسین پڑھنے والی روایت ضعیف ہے۔

۲- ذکر اور دعائے خیر: قریب المرگ شخص کے پاس نیک لوگ رہیں اور ان کی زبان پر دعا، کلمۂ خیر اور ذکر واذکار جاری ہوں، نہ کہ جزع فزع کریں اور نامناسب کلمات زبان سے نکالیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب تم مریض یا میت (قریب الموت) شخص کے پاس جاؤ تو خیر کی بات کہو، کیوں کہ فرشتے تمہاری باتوں پر آمین کہتے ہیں‘‘۔ (مسلم)

۳-قبلہ رخ لٹانے کا مسئلہ: قریب المرگ شخص کو قبلہ رخ لٹانے کے سلسلے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ قریب الموت شخص کو داہنی کروٹ پر لٹا کر اس کا رخ قبلہ رخ کی طرف کر دینا چاہئے۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو حضرت براء بن معرور کے بارے میں پوچھا، آپ کو بتلایا گیا کہ ان کا انتقال ہو چکا ہے، اور انہوں نے وصیت کی ہے کہ ان کے مال کا ایک تہائی حصہ آپ کو دے دیا جائے، اور یہ کہ جب ان کی موت کا وقت قریب ہو تو انہیں قبلہ رخ کر دیا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے فطرت کو پا لیا، میں نے ان کا ایک تہائی مال ان کی اولاد کو لوٹا دیا‘‘ (بیہقی، حاکم)

حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر میں اس روایت کو نقل کیا ہے اور اس پر سکوت فرمایا ہے۔ (جنازے کی کتاب، حافظ عمران لاہوری، ص: ۳۶)

امام حاکم فرماتے ہیں کہ قریب الموت شخص کو قبلہ رخ لٹانے کے بارے میں اس کے علاوہ کسی اور روایت کا مجھے علم نہیں۔ (فقہ السنۃ: ۳۲۱/۱)

امام احمد نے روایت کیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی موت کے وقت قبلہ کی طرف رخ کیا اور اپنے داہنے ہاتھ پر لیٹ گئیں۔ (ایضا) مسند احمد ۶/۴۶۱-۴۶۲)

نیز اسی کیفیت (یعنی داہنی کروٹ) پر سونے والے کو اللہ کے رسول نے لیٹنے کا حکم دیا ہے، اور قبر کے اندر میت کو اسی طرح لٹایا جاتا ہے۔(فقہ السنہ)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ آتی ہے کہ قریب الموت شخص کو چت لٹایا جائے گا، اس کے پیر قبلے کی طرف رکھے جائیں گے، اور اس کے سر کو تھوڑا سا اونچا رکھا جائے گا تا کہ وہ قبلہ رخ رہے، لیکن پہلے جو کیفیت بیان کی گئی ہے جمہور علماء اسی کے قائل ہیں، اور وہی بہتر ہے۔(ایضا)

البتہ علامہ البانی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ قریب الموت شخص کو قبلہ رخ لٹانے کے سلسلے میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے، بلکہ سعید بن مسیّب کو جب اس طرح لٹایا گیا تو انہوں نے اس پر ناگواری کا اظہار کیا اور کہا کہ کیا مرنے والا شخص مسلمان نہیں ہے؟۔(کتاب الجنائز، للالبانی، ص:۲۰)

موت کے بعد: جب موت واقع ہو جائے اور اس کا یقین ہو جائے تو چند چیزوں کی طرف توجہ دینی چاہئے۔

۱- میت کی آنکھ بند کرنا: وفات کے بعد اگر میت کی آنکھیں کھلی ہوں تو انہیں بند کر دینا چاہئے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، ابو سلمہ کی وفات کے بعد ان کے پاس آئے، ان کی آنکھ کھلی ہوئی تھی۔ آپ نے اسے بند کر دیا اور فرمایا کہ جب روح قبض کی جاتی ہے تو نظر اس کا پیچھا کرتی ہے۔(مسلم)

۲- چادر اڑھانا: وفات کے بعد میت کے جسم کو چادر سے ڈھک دینا چاہئے، اس سے اس کی ستر پوشی بھی ہوگی اور اگر موت کی وجہ سے جسم میں کوئی تغیر ہوگا تو دیکھنے والوں کی آنکھیں اسے دیکھ نہ پائیں گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو آپ کو ایک دھاری دار چادر سے ڈھانک دیا گیا۔(بخاری ومسلم)

۳- چیخ وپکار سے پرہیز اور الٰہی فیصلہ پر رضا مندی: اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی عزیز کی موت سے آدمی کو صدمہ پہنچتا ہے، تکلیف ہوتی ہے اور بسا اوقات یہ موت غم والم کا پہاڑ بن کر ٹوٹتی ہے۔ ایسے موقع پر دل دکھنا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہونا فطری امر ہے جس پر شریعت کوئی پابندی نہیں لگاتی۔ البتہ اس مصیبت کے موقع پر چیخ وپکار کرنا، گریبان چاک کرنا، اللہ کے فیصلے پر اعتراض کرنا اور اپنی قسمت کو کوسنا کسی طرح صحیح نہیں، بلکہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا چاہئے اور خیر کی دعا کرنی چاہئے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”کسی بھی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے اور اس پر وہ زبان سے وہی بات کہے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے، یعنی یہ کہے: ”انا للہ وانا الیہ راجعون، اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منھا“ (ہم خود اللہ کی ملکیت ہیں اور ہمیں اسی کی طرف لوٹنا ہے، اے اللہ! میری مصیبت میں مجھے ثواب عطا کر، اور مجھے اس کا نعم البدل دے) تو اللہ تعالیٰ اس کو نعم البدل عطا کرتا ہے“۔(مسلم)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کو جب جانکنی کے عالم میں دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ جب بعض صحابہ نے آپ کی آنکھوں میں آنسو دیکھا تو تعجب سے کہنے لگے کہ اے اللہ کے رسول! آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ رحمت کے آنسو ہیں۔ اور آنکھ سے تو آنسو نکلتا ہے اور دل بھی غمزدہ ہوتا ہے مگر ہم اپنے رب کی رضا کے خلاف زبان سے کچھ نہیں کہتے۔ اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی سے غمزدہ ہیں۔(بخاری ومسلم)

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو اور دل کے غم پر عذاب نہیں دے گا۔ پھر زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس کی وجہ سے عذاب دے گا یا رحم کرے گا“ (بخاری ومسلم)

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ”وہ شخص ہم میں سے نہیں جو رخسار پیٹے، گریبان چاک کرے اور جاہلیت کی پکار پکارے“ (بخاری ومسلم)

٤- قرابت داروں کو اطلاع دینا: میت کے عزیز واقارب وغیرہ کو وفات کی اطلاع دینی چاہئے تا کہ لوگ حاضر ہوں اور تجہیز وتکفین اور جنازہ وتدفین میں شریک ہوں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے نجاشی کی موت کی خبر صحابہ کرام کو دی تھی، اسی طرح حضرت زید، حضرت جعفر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کے موقع پر بھی اس کی اطلاع دی تھی۔ بخاری ومسلم اور دیگر کتب حدیث میں تفصیل موجود ہے۔

٥- تجہیز و تکفین وغیرہ میں جلدی کرنا: وفات کے بعد میت کے کفن دفن میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ حتی الامکان اس میں جلدی کرنی چاہئے۔ حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ کے مرض الموت کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب ان کی وفات ہو جائے تو مجھے خبر کرو اور ان کی تجہیز وتکفین میں جلدی کرو، کیوں کہ مناسب نہیں ہے کہ کسی مسلمان کے جسد خاکی کو اس کے اہل خانہ کے بیچ (دیر تک) روکے رکھا جائے۔(ابوداؤد، بیہقی، ضعفہ الالبانی)

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے علی! تین چیز میں تاخیر مت کرنا (۱) جب نماز کا وقت ہو جائے۔ (۲) جب جنازہ حاضر ہو (۳) غیر شادی شدہ عورت کا جب مناسب رشتہ مل جائے۔(احمد، ترمذی، ضعفہ الالبانی)

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ”اسرعوا بالجنازۃ...“ (متفق علیہ) سے استدلال کرتے ہوئے میت کی تجہیز وتکفین میں جلدی کرنے کی بات لکھی ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب الجنائز، ص:۲۳)

٦- میت کے قرض کی ادائیگی: میت کے ذمہ اگر کسی طرح کا

قرض ہے تو ورثہ کو چاہئے کہ جلد از جلد اس کی ادائیگی کر دیں۔ یہ انتہائی اہم چیز ہے۔ کیوں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''نفس المومن معلقة بدينه حتى يقضى عنه'' (ترمذی، بسند صحیح)
مومن کے قرض کی وجہ سے اس کا نفس معلق رہتا ہے (اٹکا ہوتا ہے) تا آنکہ اسے ادا کر دیا جائے۔ قرض دو طرح کا ہو سکتا ہے۔ اللہ کا قرض، بندوں کا قرض۔
اللہ کے قرض سے مراد کسی فریضہ کی ادائیگی اس کے ذمہ باقی ہو۔ جیسے فرض روزہ، یا نذر کا روزہ، یا حج اس کے اوپر فرض تھا مگر کر نہ سکا تھا، زکاۃ ادا کرنا تھا۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا ورثہ کو چاہئے کہ ان کی ادائیگی میں جلدی کریں۔
بندوں کا قرض کئی طرح کا ہو سکتا ہے، جیسے کسی سے پیسہ قرض لیا ہو، یا کسی کی امانت بشکل نقد یا بشکل سامان اس کے پاس ہو۔۔۔ وغیرہ۔
میت کے قرض کی ادائیگی کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب تک اس کے قرض کی ادائیگی نہیں ہوتی وہ جنت میں داخل ہونے سے روکے رکھا جاتا ہے، جیسا کہ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں تو یہاں کہا گیا ہے کہ ''يغفر للشهيد كل ذنب الا الدين'' یعنی شہید کے سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں مگر قرض نہیں معاف ہوتا۔
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنازے میں جاتے تو پوچھتے کہ اس کے ذمہ کوئی قرض تو نہیں، اگر قرض ہوتا تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھاتے جب تک کہ اس کی ادائیگی کا انتظام نہ کر دیا جاتا۔ پھر جب فتوحات ہونے لگیں اور آپ کے پاس مال آنے لگا تو آپ مقروض شخص کی نماز پڑھا دیتے اور اس کا قرض ادا کر دیتے۔ (فقہ السنة: ۱/۳۲۳)

بینک کی کاروائی: بدلتے حالات میں جب کہ بہت سارے مسائل بینک سے جڑ گئے ہیں اور بہت سے لوگوں کے بینک کے کھاتے ہوتے ہیں یہ ضروری ہے کہ میت کے گھر والے اس تعلق سے بھی جلد از جلد جو کارروائی کرنی ہو کر لیں۔ کیوں کہ تاخیر سے بہت سارے نئے مسائل سامنے آتے ہیں۔
بینک سمیت بہت سے مواقع پر قانونی کارروائی کے لیے ڈیتھ سرٹیفیکٹ کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ لہٰذا اولین فرصت میں متعلقہ حکومتی ادارے (نگر پالیکا، نگر نگم وغیرہ) میں میت کی موت کا اندراج کرا کے اس کا سرٹیفیکٹ حاصل کر لینا چاہئے۔ اس میں تاخیر نقصان دہ ہو سکتی ہے۔

۷- میت کے گھر والوں کے لیے کھانے کا انتظام:
جس گھر میں کسی کی وفات ہو جائے اور اس میں غم والم کا ماحول ہوتا ہے نیز گھر والے کفن دفن وغیرہ کے انتظام میں مشغول رہتے ہیں اس لیے شریعت کی طرف سے یہ ہدایت ہے کہ میت کے اہل خانہ کے لیے دوسرے لوگ کھانا پانی کا انتظام کر دیں۔
حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (حضرت جعفر کی وفات کے موقع پر) اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کرو، کیوں کہ ایک مشغول کن کام ان پر آ پڑا ہے۔'' (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، حسنہ الالبانی)
امام شافعی فرماتے ہیں کہ میت کے قرابت داروں کو چاہئے کہ میت کے اہل خانہ کے لیے ایک دن ایک رات کا کھانا بنائیں جو وہ کھا سکیں، کیوں کہ یہ سنت ہے اور اہل خیر کا عمل ہے۔ (فقہ السنة: ۱/۳۲۷)
علماء کا یہ بھی کہنا ہے کہ میت کے گھر والوں کو اصرار کر کے کھلانا چاہئے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ شرم کی وجہ سے یا فرط غم کی وجہ سے وہ کھانا نہ کھائیں اور ضعف ونقاہت سے دو چار ہوں۔ (ایضا)
شریعت کی تعلیم یہی ہے کہ میت کے گھر والوں کے غم والم اور ان کی مشغولیت کے پیش نظر دوسرے لوگ ان کے اکل وشرب کا انتظام کریں، نہ یہ کہ میت کے گھر والے کھانا بنوائیں اور آنے والوں کو کھلائیں۔ کیوں کہ یہ تو ان کی تکلیف میں اضافہ اور مشغولیت میں بھی اضافہ کا سبب ہوگا۔

تین دن سے زیادہ سوگ منانے کی ممانعت: کسی کی وفات پر تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں ہے، صرف بیوی اپنے شوہر کی موت پر چار ماہ دس دن سوگ منائے گی اور عدت میں رہے گی۔
ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کسی عورت کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ منائے سوائے شوہر کے کہ اس کا سوگ چار ماہ دس دن تک ہے''۔ (بخاری ومسلم)
نوٹ: (۱) بعض معاشروں میں دیکھا جاتا ہے کہ کسی کی وفات کے بعد جب پہلا تہوار آتا ہے تو خواتین اس کے گھر جاتی ہیں اور اس کے اہل خانہ کی تعزیت کرتی ہیں۔ اس طرح یہ تہوار اور خوشی کا موقع اس گھر والوں کے لیے غمی کا موقع بن جاتا ہے، ان کا غم تازہ ہو جاتا ہے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث کی رو سے یہ عمل سراسر ممنوع اور خلاف شرع ہے۔ اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔
اسی طرح بعض رشتہ دار حضرات سوئیاں وغیرہ پکا کر پہلے تہوار پر اہل میت کے یہاں بھیجتے ہیں، یا خصوصیت کے ساتھ اہل میت کے لیے کپڑے وغیرہ بنواتے ہیں۔ اگر اسے موت اور غم سے جوڑ کر یہ اعمال انجام دیئے جائیں تو ان کے بدعت ہونے کے بارے میں کوئی شبہ نہیں، ان سے پرہیز لازم ہے۔
(۲) بعض حضرات عید وبقرہ عید کے دن خصوصیت کے ساتھ اپنے اقرباء کی قبروں کی زیارت کرتے ہیں، یہ تخصیص بھی غلط ہے۔ قبرستان کی زیارت ایک مسنون عمل ہے، اسے کسی وقت اور موقع کے ساتھ خاص کر لینا جس کی کوئی دلیل نہ ہو درست نہیں ہے۔ بلکہ وقتاً فوقتاً قبرستان کی زیارت کرتے رہنا چاہئے۔

☆☆☆

مولانا عبدالرحمٰن اصلاحی

اسلام اور مزدور

قدرت نے دنیا کا کارخانہ کچھ اس وضع کا بنایا ہے کہ آدمی بغیر محنت کے اپنی زندگی کی ضرورتوں کو پورا نہیں کرسکتا۔ روزگار آدمی اس لئے تلاش کرتا ہے کہ اسے آمدنی حاصل ہو اور وہ چین وآرام کی زندگی بسر کرسکے۔ کھانے کو مناسب غذا ملے۔ رہنے کو مکان ملے، پہننے کو ایسا کپڑا ملے جو جسم کو ڈھانپ سکے۔ اور سردی و گرمی سے بچا سکے۔ صفائی اور سلیقہ کے جس معیار کا اس طبقہ میں چلن ہے اسے پورا کرسکے۔ چونکہ دنیا میں لوگ زندگی گزارنے کے لئے ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے لئے کوئی نہ کوئی کام یا پیشہ مسخر کردیا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ روزی حاصل کرے۔ اگر تسخیر الٰہی اس طرح مساعدنہ ہوتی تو روزگار کا یہ تنوع اور معاش کی یہ بوقلمونی زائل ہوجاتی۔ نہ تو دنیا میں یہ معاشی جدوجہد ہوتی اور نہ یہ ہنگامۂ حیات۔

مزدوری کا یہ پیشہ بقائے نوع اور بقائے تمدن کے لئے نہ صرف ضروری اور ناگزیر ہے بلکہ چمنستان دہر کی آبیاری اور معمورۂ دنیا کی آسائش اسی محنت پیشہ طبقہ کی عرق افشانی اور اس کے دست وبازو کی کوششوں کی مرہون منت ہے۔ دنیا میں تمدن کی جو روشنی پھیلی ہے وہ مزدوروں کی جھونپڑی سے، مزدوروں ہی کا طبقہ وہ طبقہ ہے جس کی بدولت زندگی کی ضروریات اور لوازم عیش وراحت حاصل ہوتے ہیں۔ حقیقت میں یہ طبقہ تمدن کا معمار ہے۔ دنیا اس محنت پسند طبقہ کے احسان سے کبھی عہدہ برا نہیں ہوسکتی۔

مزدور کی عظمت: عام طور سے دنیا میں محنت کرنے والے دست کاروں اور مزدوروں کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ اسلام کے سوا ہر مذہب میں جسمانی محنت کرنے والے طبقہ کو ذلیل سمجھا گیا ہے۔ اکیسویں صدی کی مہذب دنیا میں ابھی تک اس طبقہ کو چنداں وقعت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ شائد یہی وجہ ہے کہ روز حاضر کی ذہنی وعقلی ترقی کے باوجود لوگ عام طور سے انہیں کاموں کو زیادہ پسند کرتے ہیں جس میں جسمانی محنت یا ہاتھ سے کام نہ کرنا پڑے۔ لیکن دنیا میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب اور نظام حیات ہے جس نے نہ صرف مزدور کی اہمیت مختلف طریقوں سے بتائی ہے بلکہ اس سلسلہ میں انسانوں کے برگزیدہ طبقہ کی زندگیاں بھی بطور نمونہ پیش کی ہیں اور اپنی بے نظیر تعلیمات کے ذریعہ مزدور کے وقار کو بے حد بلند کردیا ہے۔

چنانچہ جب ہم قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں دو جلیل القدر پیغمبروں کی ہستیاں مزدور کے روپ میں دکھائی دیتی ہیں۔ ایک سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی، دوسرے حضرت یوسف علیہ السلام کی۔ ایک اگر جسمانی محنت کرنے والا مزدور ہے تو دوسرا دماغی کام کرنے والا ملازم۔

چنانچہ آج سے ہزاروں سال پہلے مصر کی سرزمین میں فرعونی اقتدار عروج پر ہے۔ ایک شخص دوڑتا ہوا آتا ہے اور حضرت موسیٰ کو یہ خبر سناتا ہے کہ فرعون کے دربار میں آپ کے قتل کی سازش مکمل ہوچکی ہے۔ آپ یہاں سے نکل جائیں۔

کہنے لگا اے موسیٰ! یہاں کے سردار تمہارے بارے میں یہ مشورہ کررہے ہیں کہ تمہیں قتل کردیں۔ تم یہاں سے نکل جاؤ۔ بیشک میں تمہارے خیرخواہوں میں سے ہوں۔ (قصص)

حضرت موسیٰ علیہ السلام خوفزدہ ہوکر ملک شام کے شہر مدین کا قصد کرتے ہیں ایک کنویں پر پہنچتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ چرواہے اپنی بکریوں کو پانی پلارہے ہیں اور دو دوشیزہ لڑکیاں دور کھڑی ہوئی انتظار میں ہیں کہ چرواہے ہٹیں تو اپنی بکریوں کو بھی لے جاکر پانی پلائیں۔ موسیٰ علیہ السلام ان کی بکریوں کو پانی پلادیتے ہیں۔ اور پھر ایک درخت کے نیچے آبیٹھتے ہیں اور بارگاہ رب العزت میں اپنی محتاجی و بے کسی کا اظہار کرتے ہیں۔ ''پس کہا اے پروردگار! بیشک میں اس نعمت کا جو تو میری طرف نازل کرے زیادہ محتاج ہوں''۔ (قصص)

ناگاہ ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک لڑکی سراپا شرم وحجاب بن کر آتی ہے اور کہتی ہے کہ ہمارے ابا تمہیں بلاتے ہیں۔ بکریوں کو جو تم نے پانی پلایا ہے۔ اس کا معاوضہ دینا چاہتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام ان لڑکیوں کے والد حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچتے ہیں۔ اور ان کو اپنی داستان دردانگیز سناتے ہیں حضرت شعیب علیہ السلام انھیں تسلی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب تم ظالموں کے چنگل سے نکل چکے ہو۔ اسی وقت ان لڑکیوں میں سے ایک لڑکی اپنے باپ سے استدعا کرتی ہے کہ حضرت موسیٰ کو اجرت پر مزدور بنالیا جائے۔

''ان میں سے ایک نے کہا کہ اے ابا جان! آپ اسے مزدوری پر رکھ لیں۔ بیشک جنہیں آپ مزدور بنائیں ان میں وہی بہتر ہے جو طاقتور اور امانتدار ہو''۔ (قصص)

چنانچہ شعیب علیہ السلام حضرت موسیٰ کو مویشی چرانے کے واسطے اپنے یہاں مزدور رکھ لیتے ہیں۔

بیشک میں چاہتا ہوں اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تم سے اس شرط پر کردوں کہ تم آٹھ سال تک میرے یہاں مزدوری کرو، پھر اگر دس برس پورے کردو تو یہ تمہاری طرف سے ہیں۔ (سورہ قصص)

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مخاطب ہوکر پھر فرماتے ہیں۔

میں تم پر سختی کرنا نہیں چاہتا ان شاء اللہ تم مجھے نیکوکار پاؤ گے۔(قصص)

اجرت کے معاملہ میں اس طرح موسیٰ علیہ السلام ایک مزدور کی ذمہ داری قبول فرماتے ہیں۔

''میرے اور تمہارے درمیان یہ معاہدہ ہو چکا۔ جو بھی مدت چاہوں پوری کردوں مجھ پر زیادتی نہ ہونے پائے بس خدا گواہ ہے جو ہم کہتے ہیں''۔(قصص)

یہ تاریخ عالم کا نا قابل فراموش واقعہ ہے کہ دس سال تک مزدوری کرنے کے بعد جب موسیٰ علیہ السلام اپنے وطن لوٹتے ہیں تو راستے میں انھیں کوہ طور پر تجلی نظر آتی ہے اور قدرت کی جانب سے انھیں پیغمبرانہ جلال کا خلعت پہنا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہی مزدور جب فرعون کے ملک میں دوبارہ لوٹتا ہے تو اس کے قصر وایوان میں زلزلہ برپا ہوجاتا ہے اور پھر اسی مزدور کے ہاتھوں فرعونی اقتدار کا پرچم سرنگوں ہوجاتا ہے۔

یہ تو تھے ایک جسمانی مزدور جنہوں نے اپنے دست وبازو سے اپنی معاش حاصل کی۔ دوسری ہستی جسے قرآن نے بطور مثال ہمارے سامنے پیش کی ہے وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی برگزیدہ شخصیت ہے۔اس زمانہ میں مصر کے بادشاہ نے ان کے سامنے یہ خواہش ظاہر کی کہ:

''آج سے آپ ہمارے نزدیک معزز اور معتبر ہیں''۔(سورہ یوسف)

حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ وقت کی اس خواہش کو رد نہیں فرمایا۔ اور اس ملازمت کو قبول کرکے اپنے متعلق فرمایا کہ

''ملک کے خزانوں کی ذمہ داری میرے سپرد کردو میں اس کی حفاظت کرنے والا اور واقف کار ہوں''۔(سورہ یوسف)

حضرت یوسف علیہ السلام پہلے تو کچھ دنوں تک عزیز مصر کے خزانوں کی ذمہ داری پر مامور رہے۔لیکن پھر کچھ ہی دنوں کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ اس 'ملازم' نے مصر کے ایوان حکومت کے اندر خدائی حکومت کا اعلان کیا اور دیکھتے دیکھتے ایک طاغوتی حکومت، الٰہی حکومت میں تبدیل ہوگئی۔لوگ حیران وششدر ہیں کہ یہ مزدور اور ملازم وقت کا جلیل القدر پیغمبر بھی ہے اور فرماں روا بھی۔

اس کے علاوہ بڑے بڑے پیغمبر اور اللہ کے برگزیدہ نبی بھی کسی نہ کسی طریقہ پر مزدوری کرتے رہے ہیں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مزدوری کے پیشہ کو دوسرے پیغمبروں نے بھی اختیار فرمایا ہے۔ چنانچہ بخاری کی ایک حدیث ہے۔

''مقدام کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی کھانا نہیں ہے۔ اور اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے تھے''۔(بخاری کتاب البیوع)

اسلام کا گلدستہ جس دھاگے سے بندھا ہے، وہ سرور کائنات محمد ﷺ کی ذات گرامی ہے۔مدینہ میں جب مسجد بننی شروع ہوئی تو اس مسجد کے معمار اور مزدور کون تھے؟ خود آپ ﷺ اور آپ کے وفادار ساتھی رضی اللہ عنہم۔ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ

''اللہ کے ہر ایک نبی نے بکریاں چرائیں۔ صحابہؓ نے دریافت فرمایا۔آپ ﷺ نے بھی؟ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! میں بھی چند قیراطوں پر مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا''۔(بخاری)

اس کے علاوہ اسلامی تاریخ کے آسمان شہرت پر نظر ڈالی جائے تو ممتاز ودرخشاں ستاروں یعنی ارباب فضل وکمال میں ایک بڑی تعداد ایسے بزرگوں کی نظر آئے گی جنہوں نے اپنی روزی ہاتھ سے پیدا کی۔غرضیکہ مزدوری کا پیشہ اسلام کی نظر میں باعظمت اور باوقار پیشہ ہے اور اسلامی معاشرہ میں مزدور کا وجود ہمیشہ احترام اور عزت کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔

مزدوری کرنے کی ترغیب: اپنے قوت بازو سے روزی پیدا کرنا انسانی ترقی کے لئے بہترین آلہ ہے۔اس کی وجہ سے انسان محنت ومشقت کا عادی اور سرگرم عمل بنتا ہے۔اس کے خلاف ورزی کرنے کی صورت میں افراد کے اندر سستی، کاہلی اور مفت خوری کے مہلک امراض پیدا ہوجاتے ہیں جو قوم کو فنا کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔یہی وہ حقیقت کبریٰ تھی کہ اسلام نے اپنے متبعین کو کسب معاش پر اتنا زور دیا جس سے دوسرے مذاہب کا دامن تعلیم یکسر خالی ہے۔

اسلام میں مزدوری کرنے والوں کو جس عزت ووقار کی نظر سے دیکھا گیا ہے اس کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ انھیں ''اللہ کے دوست'' کے لقب سے نوازا گیا ہے۔''الکاسب حبیب اللہ'' کمانے والے اللہ کے دوست ہیں۔

اسی طرح سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ ''بہترین کمائی مزدور کی کمائی ہے بشرطیکہ وہ خیر خواہی اور بھلائی کے ساتھ کام والے کا کام انجام دے۔(مجمع الزوائد)

احادیث میں مزدوری کے پیشہ کو نہ صرف مستحسن بلکہ اخروی درجات کا ذریعہ بھی قرار دیا گیا ہے۔''پاکیزہ ترین کسب انسان کا اپنے ہاتھ سے کام کرکے کمانا اور ہر ایسی تجارت ہے جو دیانت سے انجام پائے''۔(الطبرانی الکبیر)

''اللہ تعالیٰ صنعت وحرفت میں محنت ومشقت کرنے والے بندہ کو پسند کرتا ہے''۔(بیہقی)

''جو شخص سوال سے بچنے اور اہل وعیال کی پرورش اور پڑوسی پر لطف وکرم کرنے کی غرض سے حلال روزی کی سعی کرتا ہے وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ مثل چودہویں کے چاند کے چمک رہا ہوگا''۔(ابونعیم فی الحلیہ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز بھوکے تھے۔ مجھے اس کی اطلاع ہوئی اور میں مزدوری کی تلاش میں چلا گیا تاکہ رسول اللہ ﷺ کے لئے کچھ کما کر لاؤں۔ مدینہ کے باغ میں ایک یہودی کو دیکھا کہ اس نے مٹی کے ڈھیلے جمع کر رکھے ہیں، ان پر پانی ڈالنے کے لئے مزدور کی ضرورت ہے۔ میں نے

اس یہودی سے فی ڈول ایک کھجور پر معاملہ طے کیا اور یوں سترہ ڈول کے معاوضہ میں سترہ کھجوریں مزدوری میں کما کر گھر لایا اور پھر رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی اطلاع دی گئی۔ رسول کریم ﷺ نے میرے ساتھ کھجوریں تناول فرمائیں۔(ابن ماجہ)

ایک صحابی کے ہاتھ پھاوڑا چلانے کی وجہ سے سیاہ ہو گئے تھے۔ نبی ﷺ نے ان کے ہاتھوں کو دیکھ کر فرمایا کہ تمہارے ہاتھ پر کچھ لکھا ہوا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں بلکہ میرے ہاتھوں کی سیاہی کی وجہ یہ ہے کہ میں سنگلاخ زمین پر پھاوڑا چلاتا ہوں۔ اور اپنے اہل وعیال کے لئے روزی کماتا ہوں۔ آپ ﷺ نے یہ سنا تو ان کے ہاتھ چوم لئے۔(اسد الغابہ)

گویا کسب معاش عبادت ہی میں داخل ہے۔ جن لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اس قسم کے کاموں میں لگا رہنا دنیا کا کام ہے وہ سخت غلطی پر ہیں حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک یہ بات کہ کوئی شخص تم میں سے لکڑی کا گٹھر اپنی پیٹھ پر لاد کر مزدوری کرلیا کرے اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی سے سوال کرے۔ پھر وہ اس کو دے یا نہ دے۔(کتاب البیوع، بخاری)

حضرت فاروق اعظمؓ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جب میں کسی شخص کو دیکھتا ہوں کہ وہ میری نظر میں اچھا معلوم ہوتا ہے تو میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ آیا وہ شخص کوئی پیشہ بھی کرتا ہے یا نہیں۔ اگر وہ یہ کہے کہ نہیں، بیکار ہوں تو میری نظر سے گرجاتا ہے۔ آپ اکثر مسلمانوں کو نصیحت فرماتے تھے کہ مسلمانوں پر اپنی پرورش کا بوجھ نہ ڈالو۔(کنزل العمال)

اسلامی معاشرہ کے ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ محنت ومزدوی کرے تاکہ بیروزگاری نہ پھیلے۔ اور نہ کوئی شخص محتاج ونادار رہ جائے۔ مزدوری کرنا ہرگز ذلت کی بات نہیں ہے۔ بلکہ فرض منصبی میں داخل ہے اور حلال روزی کمانا ہر شخص کے لئے عبادت کا درجہ رکھتا ہے۔ اس لئے اسلام ہمیں قدم قدم پر معاشی جدوجہد کی رغبت دلاتا ہے۔

حلال وطیب: اس لئے اسلام جہاں شدت کے ساتھ کسب معاش پر زور دیتا ہے وہیں یہ بھی بتاتا ہے کہ حلال روزی کماؤ کیونکہ حلال روزی سے نہ صرف زندگی کی ضروریات کی تکمیل ہوگی بلکہ یہ عین عبادت اور اللہ کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور ان کی معرفت ہر فرد کو یہ ہدایت دی کہ:

اے پیغمبرو! پاک چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو(مومنون)

مقصد یہ ہے کہ ایسی تمام ناجائز اشیاء سے پرہیز کرنا چاہیے جن کی ترکیب میں وہ عناصر شامل ہوں جو جسمانی امراض کا سبب ہوں۔ یا جن کے اندر اس قسم کے زہریلے اثرات موجود ہوں جس سے انسانی فطرت کی صالحیت برباد ہو یا جس سے قوائے جہلیہ کو تقویت حاصل ہو۔ اسی طرح ان اشیاء سے بھی اجتناب لازمی ہے جن سے غرور وخودنمائی وبیجا تعیش وجابرانہ نخوت گوشہ حاصل ہوتی ہو اور انسانی مساوات واخوت یا ہمدردی ومروت کی جڑ کٹتی ہو۔ اگر ان ناپاک ومضرت رساں چیزوں سے پوری پوری احتیاط برتی جائے تو دراصل وہی حلال وطیب ہے۔

حقیقت میں اسلام کے پورے معاشی فلسفہ کا جوہر ان چند لفظوں میں سمٹ کر آ گیا ہے اس لئے حصول رزق میں ایک مزدور کو اس بات کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ طیبات کی حدود سے وہ آگے نہ بڑھے۔ اور ساری معاشی جدوجہد میں عمل صالح کی پابندی کرے اسی لئے قرآن میں اکثر جگہوں پر حلال وطیب پر زور دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

''اے لوگو! جو کچھ زمین میں ہے اس سے حلال وطیب کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔ وہ بلا شبہ تمہارے لئے کھلا دشمن ہے۔(سورہ بقرہ)

بس اللہ نے جو کچھ تم کو رزق دیا ہے اس سے حلال وطیب کھاؤ(سورہ مائدہ)

جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے پاک چیزیں کھاؤ۔ اور اس کے بارے میں سرکشی نہ کرو۔ ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا۔ اور وہ یقیناً ہلاک ہوا۔

حلال رکھتے ہیں تمہارے لئے پاک چیزیں اور حرام کرتے ہیں خبیث چیزیں۔(اعراف)

آپس میں تم لوگ اپنا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ۔ اور نہ حکام کو مال دو(رشوت) تاکہ تم لوگوں کے مال کا ایک حصہ گناہ سے حاصل کرو۔(سورہ بقرہ)

بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کسب حلال کو تمام عبادات میں افضلیت حاصل ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

عبادت کے ستر جز ہیں اور ان میں سب سے افضل کسب حلال ہے(کنزل العمال)

اگر ایک شخص کسی شہر سے دوسرے شہر میں تجارت کرے۔ لوگوں کے مال بکوانے میں سعی وکوشش کرے یا رائج الوقت چیزوں کو پہلے سے زیادہ بہتر بنائے یا اپنی قابلیت سے کوئی نئی چیز ایجاد کرے تو حقیقت میں یہ سب امور معاشی ترقی میں ممدومعاون ہیں اور ایسے شخص کے یہ سب کام اسلامی معاشرے کے لئے نہایت مفید اور خوشحالی کا باعث ہیں اس لئے کہ اسلام کی نظر میں قابل قدر ہیں۔

ایک صالح مزدور کا فرض ہے کہ وہ ہمیشہ اس اسپرٹ کو ملحوظ رکھے جس پر معاملات کا دارومدار ہے۔ اس صورت میں وہ اپنے آقا اور آجر کا خیرخواہ کہلا سکتا ہے اور اللہ کی نظر میں صالح اور پرہیزگار، چنانچہ حدیثوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مزدور کو کام میں ہمیشہ خیرخواہی اور بھلائی مدنظر رکھنی چاہیے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے۔

بہترین کمائی مزدور کی کمائی ہے جبکہ وہ بھلائی اور خیرخواہی کے ساتھ ہو۔

قول وقرار کی پابندی: آپس کے معاملات میں قول وقرار کی پابندی اور پاس وعہد کا ہونا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ مسلمانو! اپنے قراروں کو پورا کرو۔(مائدہ)

''عقد'' کے لفظی معنی گرہ لگانے کے ہیں اور اس سے مقصود لین دین اور معاملات

کی باہمی پابندیوں کی گرہ ہے۔اور کلام شرعی میں یہ لفظ معاملات کی ہر قسم کو شامل ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں دوسری جگہ عہد کی پابندی کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ:اور عہد کو پورا کرو۔کیونکہ قیامت کے دن عہد کی باز پرس ہوگی۔(بنی اسرائیل)

’’اور اللہ کا نام لے کر جب تم آپس میں ایک دوسرے سے اقرار کرو تو اس کو پورا کرو اور قسموں کو پکی کرکے توڑا نہ کرو۔ اور اللہ کو تم نے اپنے اوپر ضامن ٹھہرالیا ہے‘‘۔(سورہ نحل)

مزدوری اور ملازمت بھی ایک قسم کا معاہدہ ہے۔اس لئے جس اجرت اور شرط پر مزدور آجر اور سرمایہ دار سے بات کرے تو جہاں تک ہوسکے اپنے معاہدہ پر ثابت قدم رہے۔

امانت داری و راستبازی: ایک مزدوری اور ملازم کے اندر امانت داری و راستبازی کی خوبیاں بھی ہونی چاہیے کیونکہ امانت انسان کے اس صفت کی تعبیر ہے جس میں فرائض اور ذمہ داریوں کو صحیح طور پر ادا کرنے کی ضمانت پوشیدہ ہے۔ قرآن میں جہاں نیک اور صالح مسلمانوں کی صفات گنائی گئی ہیں وہاں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ’’اور جو اپنی امانتوں اور وعدوں کا پاس ولحاظ رکھتے ہیں‘‘۔(مومنون)

دوسری جگہ ارشاد ہے۔’’بلاشبہ تم کو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے مالکوں کے حوالہ کردیا کرو‘‘۔(سورہ نساء)

پس جو امین بنایا گیا اس کو چاہیے کہ اپنی امانت ادا کرے اور چاہیے کہ اپنے پروردگار سے ڈرے۔

مقصد یہ ہے کہ لے کر مکر نہ جائے یا دینے میں حیلہ وحوالہ نہ کرے یا اس میں بلا اجازت کوئی تصرف نہ کرے۔ یا کسی نے اس پر بھروسہ کرکے اس سے کوئی بات کہی تو وہ اس کے بھروسے سے غلط فائدہ اٹھاکر اس کے خلاف کوئی حرکت نہ کر بیٹھے کہ انھیں چیزوں کا نام دراصل خیانت اور دھوکہ دہی ہے۔جس کی سختی کے ساتھ ممانعت کی گئی ہے۔

اعلی کارکردگی: ایک صالح مزدور کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ جو بھی کام کرے اسے عمدہ سے عمدہ طریقہ پر انجام دینے کی کوشش کرے۔اس سے دیگر فوائد کے علاوہ نیک نامی اور شہرت ہوتی ہے اور آجر کے دل میں مزدور کی قدر ومنزلت بڑھ جاتی ہے۔اور ہوسکتا ہے کہ جب اپنی اس صفت کی بنا پر لوگوں میں زیادہ سے زیادہ مقبولیت حاصل کرلے تو اس کی دولت میں بھی اضافہ ہوجائے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کو یہ بات پسندیدہ ہے کہ جب تم کوئی کام کرو تو اس میں مضبوطی کا خیال رکھو۔(کنز العمال)

مزدور طبقہ پر اسلام کے احسانات: دنیا میں صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے سب سے پہلے انسانی تفریق وامتیاز کے خلاف علم بلند کیا اور تمام مصنوعی امتیازات کو ایک قلم مٹادیا۔اور مظلوم طبقہ کی حقیقی معنوں میں دست گیری کی، انھیں ظلم وستم سے نکالا،انھیں مصائب سے نجات دلائی اور ان کے ساتھ برادرانہ ومساویانہ برتاؤ کی تلقین کی۔قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کا یہ وصف بیان کیا گیا ہے کہ’’وہ لوگوں سے اس بوجھ کو اور بیڑیوں کو جوان کے اوپر تھیں اتار پھینکتا ہے‘‘۔(اعراف)

احادیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ہاتھ سے کام کرکے اپنی روزی پیدا کرنے کو بہت پسند فرماتے تھے۔حضرت عائشہؓ کا بیان بخاری شریف میں ہے۔وہ فرماتی ہیں کہ حضرت ﷺ نے خود دستکاری کی اور لوگوں کو بھی اجازت دی۔لیکن لوگ اس سے عملا الگ رہے۔ جب آپ کو اطلاع ملی تو یہ بات آپ کو ناگوار معلوم ہوئی منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دیا۔حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا: لوگوں کا عجیب حال ہے وہ ایسے کام سے بھی الگ رہنا چاہتے ہیں جس کو میں خود پسند کرتا ہوں بخدا میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی پہچان تم لوگوں سے زیادہ ہی رکھتا ہوں۔

مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص روزی خود اپنے ہاتھوں پیدا نہیں کرتا وہ خدا کی معرفت اور اس کی بندگی سے دور ہے۔

اسلام میں اپنی روزی خود پیدا کرنے کی اس حد تک تاکید ہے کہ اگر ذلیل سے ذلیل پیشہ بھی اختیار کرنا پڑے تب بھی وہ بھیک مانگ کر روزی حاصل کرنے سے بہتر ہے جلیل القدر صحابہؓ مزدوری کرکے پیٹ پالتے تھے چنانچہ حدیث کی متداول کتابوں میں حضرت علیؓ کا یہ واقعہ مذکور ہے کہ انہوں نے ایک یہودی کے یہاں مزدوری کی اور سترہ ڈول پانی کھینچ کر سترہ کھجوریں اجرت پائی۔

مزدور کے لئے اس سے زیادہ اور شرف کیا ہوسکتا ہے کہ ایک صحابی کے ہاتھ محنت کرتے کرتے سیاہ پڑ گئے تھے۔آنحضرت ﷺ نے ان کے ہاتھوں کو دیکھ کر فرمایا: کیا تمہارے ہاتھ پر کچھ لکھا ہوا ہے؟ عرض کیا نہیں حضرت! بلکہ میں چونکہ سخت پتھریلی زمین میں پھاوڑا چلاتا ہوں اور اپنی روزی پیدا کرتا ہوں اس کی وجہ سے میرے ہاتھ کالے پڑ گئے ہیں۔آپ ﷺ نے یہ سنا تو اس کے ہاتھ فرط محبت سے چوم لئے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے۔قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔تم میں سے کوئی شخص رسی لے کر جنگل میں جائے۔لکڑیاں کاٹے اور وہاں سے اپنی پیٹھ پر لادکر لائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی کے پاس بھیک مانگنے جائے کیا معلوم وہ دے یا نہ دے۔

اسی طرح کی ایک روایت بخاری میں حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔’’آپ ﷺ لوگوں کو سوال کرنے سے روکتے تھے‘‘۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قبیلہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔آپ ﷺ نے عنایت فرمایا: انہوں نے پھر مانگا تو دوبارہ بخش دیا۔ وہ پھر بھی مانگتے ہی رہے۔ یہاں تک کہ اس وقت جو کچھ موجود تھا سب ختم ہوگیا۔تب آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو بھلی چیز بھی میرے پاس ہوتی ہے میں تمہارے سوا کسی اور کے لئے اٹھا نہیں رکھتا (یہ واقعہ ہے) کہ

جو مانگنے سے بچتا ہے اللہ اس کو بچاتا ہے۔ جو بے نیازی برتتا ہے اللہ اس کو غنی کر دیتا ہے۔ جو صبر وشکر سے رہتا ہے اللہ اس کو صبر کی دولت دیتا ہے اور جس کو صبر کی دولت مل جائے تو اس سے بہتر کوئی عطا نہیں ہو سکتی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب بھیک مانگنے والے اللہ کے سامنے پیش ہوں گے تو ان کے چہروں کا گوشت کھینچا ہوا ہوگا۔ (بخاری شریف)

ایک دوسری روایت میں بھیک کے مانگے ہوئے ٹکڑوں کو جہنم کی آگ کا تپایا ہوا پتھر فرمایا گیا ہے۔

آنحضرت ﷺ ہمیشہ محنت مزدوری کی روزی کمانے کی لوگوں کو ترغیب دیتے تھے۔

چنانچہ ایک شخص کو جب آپ نے بھیک مانگتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کیا تیرے پاس کچھ نہیں ہے۔ عرض کیا حضرت! کمبل ہے جس کو آدھا اوڑھتا ہوں اور آدھا بچھاتا ہوں اور ایک لکڑی کا پیالہ ہے۔ آپ نے کہا اچھا دونوں چیزیں میرے پاس لے آؤ جب وہ لے آیا تو آپ نے دونوں چیزوں کا نیلام کر دیا جو دو درہم پر ختم ہوا۔ آپ نے ایک درہم اس کو دے کر فرمایا جاؤ اس کی بازار سے کلہاڑی خرید لاؤ جب وہ لے آیا تو آپ نے دست مبارک سے چھیل کر اس میں دستہ ڈالا اور فرمایا لو یہ کلہاڑی جنگل سے لکڑیاں کاٹو اور بیچو، میں چاہتا ہوں کہ پندرہ روز تمہیں نہ دیکھوں۔

حسب الحکم جب وہ شخص پندرہویں دن حاضر خدمت ہوا تو اس کے پاس دس درہم موجود تھے۔ آپ نے کچھ کپڑا خرید دیا اور کچھ اناج اور فرمایا یہ اس سے بہتر ہے کہ تم بھیک مانگتے پھرو۔ اور قیامت کے دن ذلت اٹھاؤ۔

آپ فرمایا کرتے تھے: اپنی روزی خود پیدا کرو اور اپنی پرورش کا بار مسلمانوں پر مت ڈالو۔

مذکورہ بالا احادیث وآثار کی روشنی میں کیا کوئی اسلام کا عقیدت کیش گداگری کی جرأت کر سکتا ہے۔

دوسری جانب اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ جو لوگ ان پیشہ ور گداگروں کی امداد کرتے ہیں وہ بھی درحقیقت اسلامی تعلیمات سے مجرمانہ تغافل برتنے کے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اسلام جہاں ایک طرف گداگری سے لوگوں کو روکتا ہے وہیں دوسری جانب ان کی امداد کر کے ہمت افزائی کرنے والوں کو بھی معاف نہیں کرتا، مجھے یہ تسلیم ہے کہ سائل کو جھڑکنا نہیں چاہیے لیکن اول تو پیشہ ور گداگر حقیقی سائل نہیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ بغیر جھڑکے بھی تو لا تعاونوا علی الاثم والعدوان آیت کریمہ کی روشنی میں آپ ان کو ایک ناجائز اور ذلیل کام کرنے سے باز رکھ سکتے ہیں۔

☆☆☆

مرکزی جمعیت اہل حدیث کی تازہ ترین پیش کش

تاریخ ردقادیانیت اور خدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کا خزانہ

ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1 تا 25 جلدیں)

تاریخ اہل حدیث (1 تا 8 جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر 50% کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات اور تاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔110006

فون: 011-23273407، فیکس: 011-23246613

آہ! اسرائیل اب ہم آپ کو ڈھونڈیں کہاں؟

ہر طرف جس نے سجائی محفلِ شانِ حدیث
فیض سے سرسبز تھا جن کے گلستانِ حدیث

آہ اسرائیل اب ہم آپ کو ڈھونڈھیں کہاں؟
کس سے پوچھیں ہم، کہاں رکھا ہے سامانِ حدیث؟

ہاتھ میں ہردم قلم قرطاس ہم دیکھا کئے
دل میں جانے آپ کے کیا کیا تھے ارمانِ حدیث

رو رہے ہیں آج ان کی یاد میں دشت و جبل
کر رہے ہیں یاد ان کو سارے اخوانِ حدیث

دین کی خدمت شُغل تھا آپ کا لیل و نہار
ہر طرف تھی روشنی ہر سو، تھا فیضانِ حدیث

آپ میدانِ درس کے تھے مدرّس بے مثال
روحِ تفسیر قرآن اور جانِ تشریحِ حدیث

جس طرف دیکھا کہ بدعت کا ہوا ہے ارتکاب
جاسنایا حکمِ قرآں اور فرمانِ حدیث

جو لیا کرتے تھے ان سے ”فردِ تخریجِ حدیث“
وہ انہیں ہی دے گیا سارا قلمدانِ حدیث ۲۰۱۹ء

چند شعروں سے نہ ہوگا حق ادا ان کا انیسؔ
یاد میں ان کے لکھو منظوم دیوانِ حدیث

ڈاکٹر عیسیٰ خاں انیسؔ
امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ہریانہ

مولانا عبدالحکیم عبدالمعبود مدنی

آہ! علم حدیث کا ایک اور روشن ستارہ غروب ہوگیا

شیخ الحدیث حکیم مولانا محمد اسرائیل سلفی ندوی رحمہ اللہ

سابق امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ہریانہ

ولادت مئی ۱۹۳۴ء - وفات جولائی ۲۰۱۹ء

(حیات و خدمات)

بڑے ہی رنج وغم کے ساتھ یہ خبر دی جارہی ہے کہ جماعت اہل حدیث ہند کی ایک بزرگ اور معتبر علمی شخصیت، میاں سید نذیر حسین محدث دہلویؒ سے بیک واسطہ اجازہ حدیث اور سند عالی کے حامل، معروف عالم دین شیخ الحدیث مولانا حکیم محمد اسرائیل سلفی ندوی جھانڈہ، ہریانہ، ۲؍جولائی ۲۰۱۹ء بروز منگل صبح سویرے اللہ کو پیارے ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کا شمار عصر حاضر کے ان علماء میں ہوتا تھا جنھیں روایت حدیث میں مشاہیر اساتذہ ومشائخ سے سند اجازہ حاصل ہے خاص طور پر عرب وعجم کے استاذ شیخ الکل فی الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی متوفی ۱۹۰۲ء سے بدو واسطہ اور بیک واسطہ بھی آپ کو سند عالی کا عظیم اعزاز حاصل تھا۔ اس لئے بیماری کے آخری ایام میں بھی عرب وعجم کے شائقین حدیث آپ کی خدمت میں یہ اعزاز لینے اور سند عالی حاصل کرنے کے لئے میلوں کا سفر طے کر کے آیا کرتے تھے اور کبھی کبھی خود آپ کو دیار عرب میں بلا کر مسند حدیث اور مجلس سماع منعقد کر کے اس سعادتمندی سے بہرہ اندوز ہوتے تھے۔ اجازۂ حدیث کے حوالے سے آپ کے بے شمار عربی تلامذہ بھی ہیں جنھوں نے آپ سے حدیث کا سماع کر کے یہ شرف حاصل کیا ہے۔ ذیل میں چند سطور آپ کی حیات وخدمات کے متعلق درج ہیں امید کہ قارئین کے لئے باعث استفادہ ہوں گی۔

نام ونسب: مولانا حکیم محمد اسرائیل سلفی ندوی بن حاجی محمد ابراہیم بن عبدالحلیم بن دریا بن دھن سنکہ بن نعمت بن نظام

ولادت وخاندانی پس منظر: آپ کی ولادت مئی ۱۹۳۴ء صفر ۱۳۵۳ھ کو ہریانہ کے مشہور گاؤں رنیالہ خورد جھانڈہ میں ہوئی۔ بعض اہل علم نے سن ولادت ۱۹۲۴ء لکھا ہے جو درست نہیں ہے۔ جیسا کہ آپ کے بعض شاگردوں نے تحریر فرمایا ہے۔ اور خود صاحب ترجمہ نے صراحت کی ہے۔

آپ کے والد حاجی محمد ابراہیم (متوفی ۲۶؍جولائی ۱۹۸۴ء) انتہائی صالح، نیک اور پرہیزگار آدمی تھے۔ اور اپنے علاقے کے زمینداروں میں سے تھے۔ علماء کی صحبتوں کا اثر تھا کہ آپ نے ہونہار بیٹے کو علم حدیث کی راہ پر لگایا اور کامیابی ملی۔ سنت صحیحہ پر عمل کے شیدا تھے۔ اور بڑی سختی سے اس پر عمل کرنے کے لئے اہل خانہ، اقارب واحباب کو دعوت دیتے تھے۔ ہونہار بیٹے کی بعض تصنیف کردہ کتابوں میں آپ کا مشورہ بے حد کارگر تھا۔ خاص طور پر ایک ہاتھ سے مصافحہ والی کتاب ''التحفة الحسنىٰ فی اثبات سنية المصافحة باليد اليمنى'' اور دیہات میں جمعہ سے متعلق کتاب ''نور الھدیٰ فی فرضیۃ الجمعۃ علی اھل القریٰ'' کی تالیف میں آپ کا اہم رول تھا۔ میاں صاحب کے آخری دور کے شاگرد مولانا عبدالحکیم جیوری بلندشہری تقسیم ہند کے بعد آپ کے پاس ہی اقامت گزیں تھے اور وہیں جھانڈہ میں کئی سالوں تک امامت وخطابت کا فریضہ بھی انجام دیتے رہے۔

تعلیم وتربیت: ۱۔ ابتدائی، پرائمری اور مڈل تک ہندی اردو کی تعلیم آبائی گاؤں جھانڈہ، شکراوہ اور کوٹ میں حاصل کی۔

۲۔ ناظرہ قرآن میاں جی مہر اللہ اور مولانا داؤد راز سے۔ اور عم پارہ کی تعلیم گاؤں کے بزرگ حافظ نور محمد سے پائی۔

۳۔ جامعہ سلفیہ شکراوہ، میوات میں عربی وفارسی کی تعلیم مولانا داؤد راز دہلوی اور مولانا عبدالجبار شکراوی سے حاصل کی، خاص طور پر نحو، صرف، گلستاں، دبستاں، اور عربی ادب وغیرہ کی تعلیم سے یہاں بہرہ ور ہوئے۔

۴۔ مزید تعلیم کے لئے دہلی گئے اور مدرسہ عبدالرب میں داخلہ لیا یہاں پر مولانا محمد شفیع دیوبندی اور مولانا محبوب الٰہی سے حدیث کی بعض کتابیں پڑھی اور شعبان ۱۳۸۵ھ کو فارغ التحصیل ہوئے۔

۵۔ ۱۹۵۶ء میں اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا رخ کیا یہاں ندوہ کے مایہ ناز اساتذہ سے کئی سالوں تک علم حاصل کیا اور یہیں سے ۱۹۶۰ء میں فارغ التحصیل ہوئے یہاں آپ کے ساتھیوں میں مولانا رئیس الاحرار ندوی بھی تھے۔

۶۔ دہلی میں مولانا سید تقریظ سہسوانی کی خدمت میں کئی سال تک رہے اور خوب استفادہ کیا۔

مشاہیر اساتذہ: ۱۔ میاں جی مہر اللہ ۲۔ حافظ نور محمد ۳۔ مولانا داؤد راز دہلویؒ ۴۔

مولانا عبدالجبار شکراوی ۵۔ مولانا محمد رابع ندوی ۶۔مولانا عبدالماجد ندوی ۷۔ مفتی مولانا ظہور احمد ۸۔ مولانا محمد اسحاق ندوی ۹۔ مولانا ابو العرفان ندوی ۱۰۔ مولانا عبدالحفیظ بلیاوی ۱۱۔ مولانا محمد اویس ندوی ۱۲۔ مولانا محمد شفیع دیو بندی ۱۳۔ مولانا محبوب الٰہی دیو بندی۱۴۔ مولانا حکیم عبدالشکور شکراوی (طب کی تعلیم) ۱۵۔ مولانا عبد الحکیم جیوری بلند شہری (آپ سے تقسیم ہند کے بعد جھانڈہ میں تعلیم حاصل کی) ۱۶۔ مولانا سید تقریظ احمد سہسوانی ۱۷۔ مولانا منظور احمد نعمانی ۱۸۔ مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی سے استفادہ کیا ہے باقاعدہ درس نہیں لیا ہے۔

سند اجازۂ حدیث: مولانا محمد اسرائیل سلفی ندویؒ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ کی سند میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی کی سند حدیث تک بدو واسطہ اور بیک واسطہ بھی پہنچتی ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ بیک واسطہ: مولانا عبدالحکیم بن الٰہی بخش جیوری بلند شہری (متوفی ۱۹۷۲ء/ ۱۳۹۲ھ) کی سند سے جو کہ میاں صاحب کے آخری دور کے شاگردوں میں سے ہیں۔ تقسیم ہند کے بعد مولانا نے کئی سال جھانڈہ میں امامت وخطابت کا فریضہ بھی انجام دیا ہے اور مولانا اسرائیل ندوی کے والد محترم کے پاس اکثر وبیشتر قیام بھی رہا ہے۔ اور مکتوب سند اجازہ بھی آپ کی طرف سے مولانا اسرائیل ندویؒ کو حاصل ہے۔ آپ نے مولانا کو صحاح ستہ اور موطا امام مالک کے اطراف سنائے اور سند اجازہ سے سرفراز ہوئے۔

۲۔ بدو واسطہ: مولانا عبدالجبار شکراوی (متوفی ۱۹۸۵ء) کی سند سے جو بواسطہ مولانا عبدالوہاب صدری (متوفی ۱۳۵۷ھ) اور بواسطہ شیخ الحدیث احمد اللہ پرتاپگڈھی (متوفی ۱۹۴۳ء) میاں صاحب تک پہنچتی ہے آپ سے مشکوۃ، بلوغ المرام، اور صحاح ستہ پڑھی۔ اس کے علاوہ آپ کو دہلی کے مدرسہ عبدالرب میں مولانا محمد شفیع دیو بندی سے صحیح بخاری وترمذی اور مولانا محبوب الٰہی دیو بندی سے بھی صحیح مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کے درس لینے کا بھی موقع ملا ہے اور ان دونوں کی سند بالترتیب مولانا محمود الحسنؒ اور مولانا عبدالغنی قاسمیؒ کے واسطے سے مولانا محمد قاسم نانوتوی تک اور ان سے بیک واسطہ شاہ اسحاق تک پہنچتی ہے۔

جہود وخدمات: ۱۔ فراغت کے بعد ۱۹۶۱ء میں جامعہ سلفیہ شکراوہ میوات سے وابستہ ہوگئے اور تقریباً ۱۹۹۰ء تک جڑے رہے یہاں آپ شیخ الحدیث کے بلند مقام پر فائز تھے کم وبیش ۲۵ سالوں تک آپ نے صحیح بخاری وغیرہ کا درس دیا ہے۔

۲۔ جماعتی لگاؤ اور علمی صلاحیتوں کے پیش نظر آپ کو تدریس کے دوران ہی جمعیت اہل حدیث ہریانہ کا ناظم مقرر کردیا گیا۔ چنانچہ آپ نے اپنی انتھک محنتوں سے جماعت کو جوڑا اور دعوتی کاموں کو منظم کیا۔ بالخصوص آپ کے استاذ مولانا عبدالجبار شکراوی کے بعد تو یہ ذمہ داریاں اور بڑھ گئیں۔ ۱۹۸۶ء سے 2018ء تک آپ وہاں کی جماعت کے امیر رہے۔

۳۔ اسناد عالی مقام مولانا عبدالجبار شکراوی کے ۱۹۸۵ء میں انتقال کے بعد آپ نے افتاء کی بھی ذمہ داری سنبھالی اور کتاب وسنت کی روشنی میں عوام وخواص کی رہنمائی فرماتے رہے یہ کام جماعت کی نگرانی میں تاحیات آپ نے انجام دیا ہے۔ اللہ قبول فرمائے۔

۴۔ اپنے گاؤں رنیالہ خورد عرف جھانڈہ میں ۱۹۹۳ء میں مدرسہ محمدیہ میوات للبنین والبنات قائم کیا جسے مولانا مختار احمد ندویؒ نے تعمیر کرایا تھا۔ آج بھی وہ مدرسہ جاری وساری ہے اور اس کی دیکھ ریکھ آپ کے فرزند مولوی ثناء اللہ کرتے ہیں۔

۵۔ الدار السلفیہ بمبئی کے قیام کے بعد کچھ مہینوں تک مولانا مختار احمد ندویؒ کی نگرانی میں ڈاکٹر عبدالعلی ازہری وغیرہ کے بعد شعب الایمان للبیہقی کی تخریج پر بھی آپ نے کام کیا تھا جو ۱۶ ویں جلد سے ۲۰ ویں جلد تک ہے۔

۶۔ کویت، بحرین، سعودی عرب اور قطر وغیرہ میں سماع حدیث اور اجازہ کی مجلسوں میں اہل عرب کی دعوت پر شریک ہوکر ہزاروں طلباء کو حدیث پڑھانے کا شرف بھی آپ کو حاصل ہے ایک مجلس میں تو دو ہزار عربی طلباء شریک تھے۔

تالیفات وتحقیقات: مولاناؒ ایک بلند پایہ قلمکار اور محقق تھے عربی، اردو اور فارسی زبانوں پر عبور تھا۔ آپ کے گہربار قلم سے کئی اہم علمی وتحقیقی کتابیں اشاعت پذیر ہوکر مقبول خاص وعام ہوچکی ہیں۔ ذیل میں ان کتابوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیں:

عربی کتابیں جن کی آپ نے تخریج وتحقیق یا تصنیف کی ہے: ۱۔ تحفة الانام فی تخریج جزء القراءة خلف الامام للبخاری (مطبوع) ۲۔ تذکرة الشیخ الامام السید نذیر حسین المحدث الدهلوی (مطبوع) ۳۔ تصحیح جامع شعب الایمان للبیقهی ۱۶ سے ۲۰ جلد (مطبوع) ۴۔ تخریج احادیث زوائد صحیح ابن حبان (غیر مطبوع) ۵۔ التعلیقات السلفیة علی جامع الترمذی (غیر مطبوع) ۶۔ التعلیقات علی تقریب التهذیب (غیر مطبوع) ۷۔ تخریج احادیث مختصر الخلافیات للبیقهی (غیر مطبوع)

اردو کتابیں: ۸۔ التحفة الحسنی فی اثبات سنية المصافحة باليد اليمنى ۹۔ نور الهدىٰ فی فرضية الجمعه على اهل القرىٰ ۱۰۔ الهداية الكاملة، ایک مجلس کی تین طلاق کے ایک ہونے کا ثبوت ۱۱۔ ایک مجلس کی تین طلاق قرآن وحدیث کی روشنی میں ۱۲۔ فرضیت فاتحہ خلف الامام، ایک حنفی مولوی کے اشتہار کا جواب ۱۳۔ نماز میں سورہ فاتحہ کی فرضیت ۱۴۔ ایک مجلس کی تین طلاق کا سرسری جائزہ ۱۵۔ مقتدی کے ذمہ سورہ فاتحہ کی فرضیت قرآن وحدیث کی روشنی میں ۱۶۔ مسئلہ رفع الیدین پر تحقیقی نظر امین اوکاڑوی کے جواب میں ۱۷۔ رکوع میں

ملنے سے رکعت نہیں ہوتی ۱۸۔تراجم علمائے اہل حدیث میوات ۱۹۔امام کے پیچھے مقتدی پر سورہ فاتحہ کی فرضیت ۲۰۔قرأت فاتحہ خلف امام کی فرضیت صحیح بخاری کی روشنی میں دیوبندی عالم فخرالدین کے جواب میں ۲۱۔طلاق قرآن وحدیث کی روشنی میں ۲۲۔البینات الی مافی نجاۃ النیاز من الاتہامات ۲۳۔حنفیہ کے بارہ انعامی مسائل کے تحقیقی جوابات ۲۳۔اردو جزء القراءۃ کی تصحیح وتعلیق ۲۴۔نماز میں سورہ فاتحہ کی فرضیت (ہندی) ۲۵۔تحریک جہاد میں اہل حدیث اور علمائے دیوبند کا کردار (الحمدللہ یہ ساری کتابیں مطبوع ہیں۔)

مشاہیر تلامذہ: ٥- آپ کے وہ تلامذہ جنھوں نے جامعہ سلفیہ شکراوہ اور مدرسہ محمدیہ میں تعلیم حاصل کی ہے ان کی تعداد بھی بے شمار ہے ان میں چند مشاہیر درج ذیل ہیں:

۱۔مولانا عبدالرحمٰن سلفی موجودہ ناظم صوبائی جمعیت، ہریانہ ۲۔مولانا محمد ایوب عمری ۳۔مولانا عبدالمنان سلفی (مرکزی جمعیت) ۴۔مولانا علی محمد مدنی (مالیگاؤں) ۵۔مولانا نواب احمد سلفی ہریانہ ۶۔ د۔ اسحاق ابراہیم (ریاض) ۷۔حافظ محمد الیاس (ریاض) ۸۔مولانا محمد صدیق سلفی (شکراوہ) ۹۔مولانا محمد فاروق ندوی (شکراوہ) اور ان کے علاوہ بے شمار شاگرد و تلامذہ ہیں جنھوں نے آپ سے کسب فیض کیا ہے۔

٥- وہ تلامذہ اور شائقین حدیث جنھوں نے آپ سے سند اجازہ حاصل کیا ہے ان کی تعداد تو کئی ہزار سے بھی متجاوز ہے خاص طور سے آخری عمر میں آپ اجازہ حدیث کی بڑی بڑی مجلسوں میں خلیجی ممالک میں بلائے جاتے تھے اور باضابطہ ہزاروں کی تعداد میں طلباء شریک مجلس ہوکر صحاح ستہ اور دیگر کتابوں کو پڑھتے اور سناتے تھے مجلس سماع اور قراءت دونوں ہوتی تھی اور پھر آپ سے سند اجازہ پاکر سعادتمندی محسوس کرتے تھے۔ان میں چند نام درج ذیل ہیں: ۱۔ د۔فضل الرحمٰن مدنی مالیگاؤں ۲۔ د/عبدالرحمٰن فریوائی ۳۔ شیخ محمد زیاد تکلۃ (ریاض) ۴۔ شیخ فلاح خالد مطیری (کویت) ۵۔محمد بن ناصر العجمی (کویت) ۶۔حمد بن فلاح المطیری ۷۔ د۔محمد ھشام الطاھری ۸۔شیخ انس بن عبدالرحمٰن العقیل ۹۔ د/ طاھر الازھر خذیری ۱۰۔شیخ محمد سلیمان الجیلانی ۱۱۔شیخ عبداللہ حسین العیسیٰ وغیرھم کثیر۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے آپ کی کتاب۔تذکرۃ السید نذیر حسین۔صفحہ۱۶)

ازدواجی زندگی اور اولاد: آپ کی شادی مئی ۱۹۵۲ء میں ''راولکا گاؤں'' میں رحیمی بنت خیراتی سے ہوئی مگر مشیت الٰہی کے بموجب تین چار سالوں کے بعد ۱۹۵۶ء میں یہ اللہ کو پیاری ہوگئیں۔بعد میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد ۱۹۶۰ء میں آپ کی دوسری شادی ریشمی بنت نبی خان، ساکن کھڑکھڑی سے ہوئی۔چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔بیوی کا بھی آپ سے پہلے ہی انتقال ہوچکا ہے۔

بیٹوں میں بالترتیب: ۱۔مولوی عطاءاللہ ۲۔مولوی ثناءاللہ ۳۔حکیم عبیداللہ ۴۔احمداللہ ہیں۔

فی الوقت مولانا ثناءاللہ آپ کے علمی اور انتظامی کاموں کو دیکھتے ہیں۔اللہ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور شیخ کے علمی کاموں کو سنبھالنے اور آگے بڑھانے کی سعادت عطا فرمائے۔آمین۔

وفات حسرت آیات: عمر طبعی اور کمزوری وبڑھاپے کی پریشانیوں کی وجہ سے کافی علیل چل رہے تھے۔نوح کے علاقے میں کسی ہاسپٹل میں ایڈمٹ کرائے گئے تھے۔ موت کا وقت مقدر ہے بالآخر ۲/جولائی بروز منگل صبح سویرے اللہ کو پیارے ہوگئے۔اور ایک پرہجوم مجمع میں اشکبار آنکھوں کے ساتھ جماعت کے ذمہ داران، علماء، طلباء اور عوام الناس کی موجودگی میں عصر کی نماز کے بعد اپنے آبائی وطن جھانڈہ کے عوامی قبرستان میں سپرد خاک کئے گئے۔نماز جنازہ آپ کی وصیت کے مطابق جماعت کے محقق عالم اور کاتب شیخ صلاح الدین مقبول مدنی نے پڑھائی۔امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی اور مولانا محمد رحمانی کے علاوہ دہلی، میرٹھ اور اطراف واکناف سے ایک بڑی تعداد جنازے میں حاضر تھی۔تغمدہ اللہ بواسع رحمتہ واسکنہ فسیح جناتہ۔آمین

مراجع ومصادر: ۱۔ریکارڈ مرکز تاریخ اہل حدیث وانسائیکلوپیڈیا بڑھنی، سدھارتھ نگر۔ ۲۔مولانا مرحوم کی کتاب تحفۃ الانام فی تخریج جزء القراءۃ خلف الامام ۳۔تذکرۃ السید نذیر حسین المحدث الدھلوی ۴۔محمد زیاد تکلۃ کے عربی مضامین ۵۔افادات مولانا عزیز عمر سلفی، نوائے اسلام، وشیخ عبدالمعید مدنی (علیگڑھ) عبدالمنان سلفی (مرکزی جمعیت)، خالد حنیف صدیقی (دہلی) ۶۔گلستان حدیث مولانا اسحاق بھٹی۔

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیارشدہ

☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔

☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ

☆ نہایت دیدہ زیب اور آرٹ پیپر پر طباعت

☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق:150 قیمت:Rs.200/-Net

طب و صحت

ڈاکٹر ایم، این، بیگ
پوسٹ بکس 18، ٹونک Tonk-304001
موبائل۔09460805389
فون۔01432-244018

آپریشن سے پہلے

کیا کریں؟

☆اگر آپ باہر سے آرہے ہیں تو آپریشن کے لئے وقت مقررہ سے بہت پہلے ہی پہنچ جائیں۔

ضروری کاغذات اور جانچ رپورٹیں لے کر آئیں۔

☆اگر آپ کو کسی چیز یا دوا سے الرجی ہے تو اپنے معالج کو ضرور بتادیں۔

☆اگر آپ کو پہلے بھی سردی، کھانسی، زکام، گلے میں خراش ہوئی ہو تو اپنے معالج کو بتادیں۔

☆اگر آپریشن سے چھ ماہ پہلے تک آپ نے دوائیاں لی ہوں تو ان کے بارے میں بھی معالج کو بتادیں،

☆ اگر آپ یونانی، آیورویدک یا ہومیوپیتھک دوائیں (بطور خاص جنسی طاقت کی دوائیں) لے رہے ہوں تو معالج کو ضرور بتادیں۔

☆اگر آپ انسولین Insulin کے انجکشن لگوا رہے ہوں، یا شوگر کم کرنے کی گولیاں لے رہے ہوں، یا پیشاب کی مقدار بڑھانے کی دوا یا بلڈ پریشر کی دوا، یا خون کو رقیق کرنے کی دوا، یا وٹامن کی گولیاں لے رہے ہوں تو معالج کو ضرور بتادیں۔

☆ اپنے ساتھ، ایک مضبوط لفافے میں وہ دوائیں ضرور لائیں جو آپ لیتے رہے ہیں (ممکن ہے کہ اچانک ان کی ضرورت پیش آجائے) اور بطور یاد دہانی ان نسخوں کی فائل بھی ساتھ لائیے جو ڈاکٹر یا کئی ڈاکٹروں نے تجویز کئے تھے۔

☆اگر آپ دل کی بیماری کی وجہ سے، بوقت ضرورت زبان کے نیچے گولی رکھتے ہیں یا دمہ کے باعث Inhaler کا پف لیتے ہیں تو یہ بھی اس مضبوط لفافے میں رکھ کر لائیں، جس میں دیگر ادویہ بھی ہیں۔

☆آپریشن سے پہلے ''آپریشن کے لئے رضامندی'' کے کاغذات پر مریض (بشرطیکہ اس کی عمر کم سے کم ۱۸ سال ہے) کے دستخط لئے جاتے ہیں اور اگر عمر ۱۸ سال سے کم ہے تو والدین یا قانونی سرپرست سے لئے جاتے ہیں۔ یہ ضروری کاروائی ہے۔ اس لئے میں تاخیر نہ کریں۔

☆ آپریشن سے پہلے والی رات، خوب جی بھر کے سوئے۔ اگر اس کے لئے ضروری سمجھیں تو معالج سے دوا تجویز کرالیں۔

☆آپریشن سے پہلے یہ سامان بھی ضرور لائیں۔

چپل وصاف کپڑے، ٹوتھ پیسٹ وٹوتھ برش، صابن، منجن، کان میں لگانے کا آلہ (اگر اونچا سنتے ہیں) چشمہ، فون بک اور پتہ لکھی ہوئی ڈائری، وبیمہ کارڈ دوران آپریشن کام آنے والا سامان (جو معالج نے کہہ کر دیا تھا)

☆اگر معالج نے کہہ دیا ہے تو غیر ضروری بال صاف کر کے آئیں۔

☆ڈھیلا، ڈھالا لباس پہن کر آئیں تا کہ اتارنے میں دقت نہ ہو۔

آپریشن سے پہلے کیا نہ کریں؟

☆ آپریشن سے پہلی والی رات کھانا نہ کھایئے اور جوس بھی نہ پیجئے اور اگر آپ کو گردے کی بیماری نہیں ہے تو پانی خوب پیجئے لیکن دودھ نہ لیں کیونکہ اس کو Solid Food مانا جاتا ہے

☆ آپریشن سے پہلے نہ کھائیں نہ پئیں، نہ چبانے والی گولی چبائیں، اور نہ کوئی چوسنے والی گولی چوسیں۔

☆ آپریشن والے دن سے ایک روز پہلے سے ہی سگریٹ بیڑی نہ پئیں، نہ تمباکو کھائیں اور نہ دیگر نشہ والی اشیاء کا استعمال کریں۔

☆ اگر آپ کی آنتوں، معدے یا منہ اور معدے کے درمیانی نالی کا آپریشن ہے تو معالج کی تجویز کردہ، پیٹ صاف کرنے اور اجابت بافراغت آنے کی گولی یا گولیاں ضرور استعمال کریں۔

☆ سردی، زکام کی دوا آپریشن والے دن نہ لیں۔

☆ آپریشن سے پہلے معالج کے مشورے کے بعد ہی کوئی دوا لیں۔

☆ آپریشن سے پہلے دانت صاف کرنا نہ بھولیں۔

☆ آپریشن سے پہلے Contact Lances علیحدہ کردیں۔

☆ آپریشن سے پہلے چشمہ، انگوٹھی، زیور وغیرہ اپنے تیماردار کو سونپ دیں۔

☆ آپریشن سے پہلے کریم یا عطر، سنٹ نہ لگائیں۔

☆ اگر سر کے بال بہت لمبے ہوں تو باندھ کر آئیں۔

☆ آپریشن کے بعد، دوستوں، رشتہ داروں وغیرہ کا ہجوم جمع نہ ہو، اس کے لئے خصوصی اور قریبی تیمارداروں کو ہدایت کردیں کیونکہ اس طرح Infection پھیلنے کا خطرہ رہتا ہے۔

☆ اگر آپ کو کوئی تکلیف ہو رہی ہے تو فوری طور پر معالج یا نرس کو آگاہ کردیں۔ دیر نہ کریں۔

☆ ایچ، آئی، وی (H.I.V.) کی جانچ کے لئے منع نہ کریں۔

☆ ہیپاٹائٹس بی (Hepatitis B) کی جانچ کے لئے منع نہ کریں۔

☆ شوگر کی جانچ کے لئے منع نہ کریں۔

ضروری وضاحت :

☆ جن ہدایات سے قبل ایسا نشان بنا ہوا ہے، ان کا تعلق آپریشن والے دن یا بیحد نزدیکی دن سے ہے۔

☆ ان ہدایات پر سختی سے عمل کریں کیونکہ یہ برسہا برس کے معالجاتی تجربات کی روشنی میں ہم مرتب کر سکے ہیں۔ ان کو ضروری خیال کریں۔

☆☆☆

امیر محترم فضیلۃ الشیخ اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ وزارۃ الحج والعمرہ مملکت سعودی عرب کے زیر اہتمام

۴۴؍ویں ندوۃ الحج الکبریٰ میں شرکت اور مناسک حج کی ادائیگی کے لیے مکہ مکرمہ روانہ

عوام و خواص سے ہمدردانہ اپیل

جماعتی خبریں

یہ خبر باعث شکر و مسرت ہے کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم فضیلۃ الشیخ اصغر علی امام مہدی السّلفی حفظہ اللہ وزارۃ الحج والعمرہ مملکتِ سعودی عرب کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی ۴۴؍ویں ندوۃ الحج الکبری بعنوان ’’الاسلام التعایش والتسامح‘‘ میں شرکت اور مناسک حج کی ادائیگی کے لیے مورخہ ۳؍اگست ۲۰۱۹ء کو مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے۔

اس پُر سعادت سفر میں صوبائی جمعیت اہل حدیث تمل ناڈو کے نائب امیر جناب ڈاکٹر آر کے نور محمد عمری مدنی حفظہ اللہ آپ کے ہمراہ وہم سفر ہیں۔ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ امیر محترم کو عزت مآب وزیر حج وعمرہ مملکت سعودی عرب کا دعوت نامہ اچانک موصول ہوا۔ پہلے سے اس کی اطلاع نہیں تھی۔ ندوۃ الحج الکبری میں دونوں حضرات کے محاضرات، تعلیقات اور مداخلات کے ذریعہ بھرپور مشارکت رہی۔ پھر مدینہ طیبہ کی بھی زیارت کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اس سفر کو میمون اور آپ کو حج مبرور سے نوازے۔

اس موقع پر امیر محترم فضیلۃ الشیخ اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ نے ملک وملت، انسانیت اور جمعیت و جماعت کی تعمیر و ترقی اور امن و سعادت کے لیے دعائیں کی اور عامۃ المسلمین سے اپیل کی کہ وہ عیدالاضحیٰ کا مبارک تیوہار پوری روحانیت، للّٰہیت، امن و سکون اور محبت و بھائی چارہ کے ماحول میں منائیں۔ اور اس مناسبت سے اپنے رب کو خوش کرنے اور عیدالاضحیٰ سے متعلق فریضہ اور سنتوں کو کتاب و سنت کی روشنی میں ادا کریں۔ آپ نے تاکید کی کہ پڑوسیوں اور دیگر بھائیوں کو بھی اپنی خوشی میں شریک کریں اور دعاؤں میں یاد رکھیں۔ انہوں نے تلقین کی کہ عید کی خوشی کے زعم میں نہ پڑیں اور جشن شادمانی کا شکار ہو کر اپنے رب سے غافل نہ ہوں، اس کے بندوں کی ناراضگی کا سبب نہ بنیں، اور بہر حال سنت ابراہیمی اور طریقہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو حرز جان بنائیں، جو حلم و بردباری کا عملی نمونہ اور سراپا رحمۃ للعالمین تھے۔

امیر محترم نے اپنے پیغام میں عامۃ المسلمین سے بطور خاص اپیل کی ہے کہ وہ عیدالاضحیٰ کے مبارک موقع پر گرد و پیش، سماج و محلہ، گھر اور پاس و پڑوس، گلی کوچوں اور سڑکوں کی صفائی ستھرائی کا از حد خیال رکھیں۔ قربانی کی باقیات کو ادھر ادھر نہ پھینکیں تاکہ ماحول آلودہ اور صحت عامہ متاثر نہ ہو اور نہ ہی کسی کو ادنی بھی اذیت پہنچے۔ دین اسلام نے باطنی صفائی کے ساتھ ساتھ ظاہری صفائی کا بھی حکم دیا ہے اور ہر عمل میں اخلاص وللّٰہیت اور جذبہ وایثار قربانی پیش نظر رکھنے کی تلقین کی ہے۔ اس لیے بہر حال ارشاد باری تعالیٰ ’’لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ‘‘ ہمارے پیش نظر رہنا چاہئے۔ جو ہمیشہ سے انبیاء کرام علیہم السلام، محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے آل واصحاب رضی اللہ عنہم، تمام اماما ن دین، قرآن وحدیث کے متبعین محدثین کرام، اولیاء، فقہاء علماء اور اسلاف امت کا اسوہ اور طریقہ رہا ہے۔

فتشبهوا ان لم تكونوا مثلهم
ان التشبة بالكرام كرام

مکتبہ ترجمان کی

نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	26/-
چمن اسلام اول	20/-
چمن اسلام دوم	30/-
چمن اسلام سوم	28/-
چمن اسلام چہارم	28/-
چمن اسلام پنجم	35/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	167/-